عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۱ | یکم تا ۷ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ دسمبر ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۴۷

تعلیم و تربیت
حکیمانہ انداز

مسلمانانِ عالم استعمار کے ایجنٹوں کے نرغے میں

کمبل یا ریچھ؟

وقت امانت ہے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

”تو فارغ ہے“ کنایہ کے الفاظ ہیں

محمد کامران، کراچی

س:...... ایک بار میرے شوہر نے جھگڑے کے دوران مجھ سے تین بار کہا کہ ”تو فارغ ہے“ بعد میں جب ہم نے ان سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ اس سے میری طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ میں تو بات کو ختم کرنا چاہتا تھا اور اس اثنا میں ہمارے ازدواجی تعلقات بھی رہے۔ دوسری بار رات کو میرے شوہر گھر نہیں آرہے تھے تو میرے میسج کرنے پر کہ گھر آجاؤ تو انہوں نے کہا اب ہمارے درمیان کچھ بھی باقی نہیں ہے، ہماری طلاق بھی ہوگئی ہے، طلاق بھی ہوگئی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ پہلی دفعہ جو میرے شوہر نے کہا کہ ”تو فارغ ہے، تو فارغ ہے، تو فارغ ہے“ اس طرح کہنے سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ یہ جملہ میرے شوہر نے لڑائی کے دوران کہا ہے جبکہ بات بھی طلاق کی چل رہی تھی۔ دوسری دفعہ جب وہ گھر نہیں آئے اور میں نے ان کو میسج کے ذریعہ بلایا تو ان کا یہ کہنا کہ ہماری طلاق ہوگئی ہے، ہماری طلاق ہوگئی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

(نوٹ) شوہر نے جو زیورات بناکر دیا ہے، علاوہ ازیں مجھ سے واپسی کرنے کی غرض سے رقم لی ہے اس کا حکم کیا ہے؟

ج:...... واضح رہے کہ: ”تو فارغ ہے“ کنایہ کے الفاظ ہیں، اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور ایک طلاق بائن کے بعد دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوتی بلکہ لغو ہوجاتی ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں ذکر کردہ تفصیل اگر واقعتاً درست ہے تو اس صورت میں بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے، دوسری تیسری طلاق لغو ہوگئی ہے۔ شوہر کو دوبارہ رجوع کا حق حاصل نہیں، ہاں البتہ میاں بیوی دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے اور اگر بیوی راضی نہ ہو تو عدت گزارنے کے بعد وہ شرعاً آزاد ہے اور کہیں اور نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، واضح رہے کہ طلاق ہونے کے بعد میاں بیوی نے جو ازدواجی تعلقات قائم رکھے تھے، اس کی وجہ سے دونوں گناہگار ہیں، دونوں پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

نوٹ: اگر شوہر نے آپ کو زیورات کا مالک بنادیا تھا تب تو یہ زیورات آپ کی ملکیت ہیں، شوہر کے لئے ان کو واپس لینا جائز نہیں اور اگر انہوں نے مالکانہ طور پر نہیں بلکہ محض استعمال کرنے کے لئے دیئے تھے تو یہ شوہر کی ملکیت ہیں اور جدائی کی صورت میں ان کو واپس لینے کا حق حاصل ہے اور اگر انہوں نے آپ کا حق مہر ادا نہ کیا ہو تو ان پر مہر ادا کرنا واجب ہوگا۔ واللہ اعلم۔

عدتِ وفات

ابو رومیثہ علی

س:...... شوہر کا اگر انتقال ہوجائے تو عدت کتنی ہوگی؟

ج:...... شوہر کے انتقال کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔

س:...... شوہر اگر بیوی کو طلاق دے دے یا پھر اس کا انتقال ہوجائے اور بیوی کو معلوم نہ ہو تو عدت کب سے شروع ہوگی؟ معلوم ہونے کے بعد سے یا جب طلاق یا انتقال ہوا تب سے؟

ج:...... عورت کو طلاق ہوتے ہی عدت شروع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح شوہر کے انتقال کے ساتھ ہی عدت شروع ہوجاتی ہے اور جیسے ہی عدت کی مدت پوری ہوگی، عدت خود بخود ختم بھی ہوجائے گی۔ اگر عورت دوران عدت کے متعلقہ احکام پر عمل نہیں کرے گی تو سخت گناہگار ہوگی۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ — یکم تا ۷ رصفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ ردسمبر ۲۰۱۲ء — شمارہ:۴۷

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مسلمانانِ عالم استعمار کے ایجنٹوں کے نرغے میں!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
تعلیم وتربیت.... حکیمانہ انداز	۸	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
تین قوتوں کی ضرورت! علم، مال اور حکومت (۲)	۱۲	مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
وقت امانت ہے!	۱۵	ڈاکٹر عبدالواسع شاکر
کمبل یا ریچھ؟	۲۰	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مرزائیت سے توبہ (۳)	۲۱	ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئیؒ
خبروں پر ایک نظر	۲۶	(ادارہ)

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35.Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دُنیا سے بے رغبتی

محبت کی اطلاع دینے کا بیان

ترجمہ:... ”حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتادینا چاہئے۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۹۲)

ترجمہ:... ”حضرت یزید بن نعامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب ایک شخص دُوسرے شخص سے بھائی چارہ کرے (یعنی محض دین کے تعلق کی بناپر دوستانہ و برادرانہ رکھے) تو اسے چاہئے کہ اس کا نام لے، اس کے والد کا نام اور اس کا قبیلہ و خاندان اس سے دریافت کرلے، کیونکہ یہ چیز محبت کے تعلق کو زیادہ بڑھانے والی ہے۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۹۲)

ان دونوں اَحادیثِ طیبہ میں دینی محبت کے آداب سکھائے گئے ہیں، ایک یہ کہ جس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہو، اس کو بتادینا چاہئے کہ مجھے آپ سے محبت ہے، اس سے محبت کا تعلق جانبین سے استوار ہوگا۔

دوم یہ کہ جس سے محبت ہو اس کا نام اور پتا نشان وغیرہ دریافت کرلینا چاہئے کہ اس سے محبت کے حقوق ادا کرنے میں آسانی رہے گی، اور اس سے محبت میں مزید اضافہ ہوگا۔ چنانچہ بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر وہ غائب ہو تو یہ اس کی حفاظت کرے گا، بیمار ہو تو عیادت کرے گا اور مر جائے تو جنازے میں شرکت کرے گا۔ (مرقاۃ ج:۹ ص:۱۳)

کسی کے منہ پر تعریف کرنا

ترجمہ:... ”ابو معمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کسی حاکم کی تعریف کرنے لگا (اور صحیح مسلم ج:۲ ص:۴۱۴ میں ہمام بن حارث کی روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے لگا) اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنے لگے، اور فرمایا کہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ مدح سرائی کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیا کریں۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۹۲)

ترجمہ:... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالیں۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۹۲)

کسی کے سامنے اس کی مدح سرائی کرنا مذموم ہے، تین وجہ سے، ایک تو ایسے لوگ عموماً خوشامدی ہوا کرتے ہیں، اور ممدوح سے منفعت حاصل کرنے کے لئے اس کی جھوٹی سچی تعریف کیا کرتے ہیں، گویا ایسے لوگوں کی تعریف اخلاص پر مبنی نہیں ہوتی، بلکہ مطلب براری کے لئے ہوا کرتی ہے۔

دُوسرے ایسے لوگ تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور اس میں جھوٹ کی آمیزش سے کوئی باک نہیں رکھتے۔

تیسرے جس کی تعریف کی جائے اس کے نفس میں عجب و خود پسندی اور تعلّی و تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، وہ ایسے احمقوں کی تعریف سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ شاید میں سچ مچ ایسا ہوں، ظاہر ہے کہ یہ خیال اس کی ہلاکت کا موجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی مدح کرنا مطلقاً مذموم نہیں، بلکہ جس شخص کے کمالِ تقویٰ اور رُسوخِ عقل و معرفت کی بناپر یہ اندیشہ نہ ہو کہ مدح سے اس کا نفس پھول جائے گا اور تعریف کسی صحیح مقصد کے لئے ہو، مثلاً: اس شخص کی ہمت افزائی کرنا یا دُوسروں کو اس کی اقتدا کی ترغیب دینا، اور تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے، تو بعض صورتوں میں تعریف جائز اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعریفی کلمات منقول ہیں۔

☆☆..........☆☆

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

سلام کو رواج دینا

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلادو اور سلام کو عام کرو، خواہ اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

مسلمانانِ عالم استعمار کے ایجنٹوں کے نرغے میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

روز نامہ جنگ کراچی ۳۰؍اکتوبر ۲۰۱۲ء کی خبر ہے کہ ویٹی کن سٹی میں ''عالمی مجلس کلیسا'' کا ایک نمائندہ اجلاس ہوا، جس میں دنیا بھر کے کیتھولک عیسائی پادریوں نے شرکت کی اور یہ اجلاس تین ہفتے تک جاری رہا۔

اس اجلاس میں اسلام کو عیسائیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا گیا۔ شرکائے اجلاس کو اسلام کے پھیلاؤ پر مبنی ایک ویڈیو فلم بھی دکھلائی گئی، جس کے مطابق آئندہ چار دہائیوں میں فرانس میں مسلمانوں کی اکثریت ہوجائے گی، جس پر دنیا بھر سے آئے ہوئے کیتھولک پادریوں نے سخت تنقید کی۔ اصل خبر ملاحظہ ہو:

> ''ویٹی کن سٹی (اے ایف پی) ویٹی کن سی میں ہونے والے ''عالمی مجلس کلیسا'' کے اجلاس میں اسلام سے خطرے اور مسلمانوں سے غیر یقینی تعلقات پر غور کیا گیا۔ اس موقع پر مغرب میں اسلام کے پھیلاؤ پر مبنی یوٹیوب ویڈیو اجلاس کے شرکاء کو دکھائی گئی، جبکہ دنیا بھر سے آئے ہوئے کیتھولک پادریوں نے مباحثے میں ویڈیو پر کڑی تنقید کی اور کہا کہ اس سے بین المذاہب دشمنی بڑھ سکتی ہے۔ تین ہفتوں تک ہونے والے کلیسا کے اجلاسوں جو اتوار کو ختم ہوئے، میں مشرق وسطیٰ اور افریقہ سے شامل درجنوں پادریوں نے عیسائیت کو اسلام سے لاحق خطرات اور مسلم ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے مشکلات کے بارے میں ویٹی کن سٹی کے شرکا کو آگاہ کیا۔ اجلاس میں اس وقت گرما گرمی ہوگئی جب مغرب میں اسلام کے پھیلاؤ پر مبنی ایک ویڈیو دکھائی گئی، جس کے مطابق آئندہ چار دہائیوں میں فرانس میں مسلمانوں کی اکثریت ہوجائے گی۔'' (روز نامہ جنگ کراچی، ۳۰؍اکتوبر ۲۰۱۲ء)

اسلام کا پھیلاؤ مغرب اور عالمی استعمار کے لئے ایک عرصہ سے روح فرسا بنا ہوا ہے۔ اسی بنا پر وہ اسلام کو روکنے اور دنیائے مغرب کو اسلام، پیغمبر اسلام، قرآن اور امت مسلمہ سے برگشتہ اور متنفر کرنے کے لئے آئے دن نت نئے منصوبے اور اسکیمیں بناتا ہے۔ کبھی وہ گستاخانہ خاکے بنواتا ہے تو کبھی وہ قرآن کریم نذر آتش کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔ کبھی اسلام کے خلاف لکھنے والوں کو ''سر'' کا خطاب دیتا ہے تو کبھی اسلام سے مرتد ہونے والوں کو ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے۔ کبھی وہ مساجد کے میناروں اور اذان پر پابندی لگاتا ہے تو کبھی وہ پردہ، حجاب اور اسلامی پہناوے کے خلاف قانون سازی کرتا نظر آتا ہے اور کبھی توہین آمیز فلمیں بنوا کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو تڑپاتا اور ان کے مذہبی جذبات سے کھیلتا ہے۔

الغرض اسلام، پیغمبر اسلام، اسلامی احکام، اسلامی شعائر اور اُمت مسلمہ کو ہر جگہ مطعون کرنا، انہیں طعن و تشنیع اور تضحیک کا نشانہ بنانا، ان کے خلاف تشدد، نفرت اور انتقام کے جذبات رکھنا اور اُنہیں صفحۂ ہستی سے مٹادینے کے مکروہ عزائم اور گھناؤنے منصوبوں پر برابر اور مسلسل عمل کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے ایران، عراق جنگ کرائی گئی، پھر کویت پر چڑھائی کی ترغیب دی گئی، چنانچہ کویت کی حمایت میں عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، پھر نائن الیون کے فرضی ڈرامے کی آڑ میں افغانستان کے غیور مسلمانوں پر یلغار کردی گئی، اسی طرح عرب ممالک میں شورشیں برپا کرکے مسلمانوں کو آپس میں گتھم گتھا کردیا گیا، مرنے والا بھی مسلمان اور مارنے والا بھی مسلمان۔

اس پر بس نہیں کیا، بلکہ برما کے ایک صوبہ اراکان میں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا، ان کی مساجد کو جلا کر ویران و برباد کیا گیا، وہاں سے

ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے بنگلہ دیش کی سرحد کو بند کرادیا گیا۔ اسی طرح جنگ اخبار میں ہیومن رائٹس کے حوالہ سے دو کالمی خبر ہے کہ مقامی فورسز نے راکھین مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام کیا، فوج خاموش تماشائی بنی رہی۔ انسانی حقوق کے ادارے نے مظالم کی سیٹلائٹ فلم جاری کردی۔ تفصیل درج ذیل خبر میں ملاحظہ ہو:

’’بنکاک (جنگ نیوز) میانمار کی مقامی سیکورٹی فورسز نے مغربی راکھین ریاست میں وحشیانہ مظالم کی انتہا کردی اور اندھا دھند فائرنگ کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور فساد زدہ علاقے سے جانے والے مسلمانوں کو سفاکانہ طور پر مارا پیٹا، شدید تشدد کیا۔ ہیومن رائٹس واچ نے اتوار کو ان مظالم کی سیٹلائٹ فلم جاری کی، جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ’’کمسن مسلمانوں‘‘ کا کیوک پیوگاؤں میں مقامی سیکورٹی فورسز نے وحشیانہ قتل عام کیا اور وفاقی فوج خاموش تماشائی بنی نظارہ کرتی رہی۔ فورسز نے بدھسٹوں کے مظالم کا شکار روہنگیا مسلمانوں کو بھی بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جو اپنی جانیں بچا کر کشتیوں کے ذریعے صوبہ راکھین کے دارالحکومت ستوا پہنچے تھے۔ ہیومن رائٹس واچ نے نئے سیٹلائٹ فوٹو بھی جاری کئے ہیں، جن میں روہنگیا کے تین اہم علاقوں میں مسلمانوں کے گھر واملاک کو جلتے اور تباہ و برباد ہوتے دکھایا گیا ہے۔ اس فلم میں عورتوں، بچوں سمیت لوگوں کے گلے کاٹ کر موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ ایشیا کے ڈائریکٹر بریڈ ایڈم کا کہنا ہے کہ سرکاری مدد سے مقامی دہشت گردوں نے ان علاقوں سے روہنگیا (مسلمانوں) کو ختم کرنے کا وحشیانہ فعل انجام دیا۔ واضح رہے کہ اقوام متحدہ نے میانمار کے مسلمانوں کو دنیا بھر میں سب سے زیادہ ظلم وستم کا شکار اقلیت قرار دے رکھا ہے۔‘‘ (روزنامہ جنگ، ۱۹ نومبر ۲۰۱۲ء)

مختصر یہ کہ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں کے مسلمانوں کو امن وسکون اور عافیت واطمینان سے زندگی گزارنے دی جارہی ہو، بلکہ ہر جگہ مسلمان ہی دنیائے کفر کا نشانہ اور ہدف بنا ہوا ہے۔ اب امریکا کی تھپکی اور شہ پر اسرائیل غزہ کے مجبور ومقہور مسلمانوں کا قتل عام اور انہیں میزائلوں اور بمباری سے فنا کے گھاٹ اتار رہا ہے، جب کہ اسرائیل کا سرپرست امریکا بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری سے اس کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسرائیل کو دفاع کا حق حاصل ہے۔ اسرائیلی ظلم وستم کی تفصیل اور امریکا کی ڈھٹائی اس خبر میں ملاحظہ ہو:

’’غزہ (امت نیوز) غزہ پر اسرائیلی طیاروں کی اندھا دھند بمباری سے مزید ۲۳ فلسطینی شہید ہوگئے ہیں، جن میں ایک ہی خاندان کے ۱۱ افراد بھی شامل ہیں۔ لیزر گائیڈڈ میزائلوں سے لیس اسرائیلی طیاروں نے اتوار کے روز غزہ میں ذرائع ابلاغ کے دفاتر کو بھی حملوں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں عمارتیں تباہ اور کم از کم ۶ صحافی زخمی ہوگئے۔ صیہونی ریاست کی بحریہ نے بھی ساحل کے قریب سے غزہ پر گولہ باری شروع کردی ہے۔ ادھر امریکی صدر باراک اوباما اور برطانوی وزیر خارجہ ولیم ہیگ نے غزہ پر زمینی حملے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے نتیجے میں جنگ طول پکڑ جائے گی، تاہم اوباما نے ایک بار پھر اسرائیلی حملوں کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کو دفاع کا حق حاصل ہے۔ اسرائیلی طیاروں نے اتوار کو مسلسل پانچویں روز غزہ کی پٹی کے مختلف علاقوں میں بمباری جاری رکھی۔ غزہ شہر کے شمالی علاقے میں ایک ۴ منزلہ گھر پر فضائی حملے سے ۵ خواتین اور ۴ بچوں سمیت ایک ہی خاندان کے ۱۱ افراد شہید ہوگئے، جبکہ مکان ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔ اسرائیل نے دعویٰ کیا ہے کہ مکان میں ایک مجاہد نے پناہ لے رکھی تھی، تاہم فلسطینی حکام کے مطابق شہید ہونے والے تمام افراد عام شہری تھے۔ شجاعیہ اور جبالیہ میں بھی ۳ فلسطینی جاں بحق ہوئے۔ فلسطینی حکام کے مطابق اب تک جاں بحق ہونے والوں کی تعداد ۶۹ ہوگئی ہے۔ اسرائیلی طیاروں نے غزہ میں میڈیا کے دفتر کو بھی نشانہ بنایا، پہلے حملے میں ۶ صحافی زخمی ہوگئے جس کے بعد صحافیوں نے دفاتر خالی کردیئے اور اسرائیلی طیاروں نے القدس ٹی وی، العربیہ ٹی وی، برطانیہ کے اسکائی نیوز اور روس کے آرٹی نیٹ ورک سمیت میڈیا دفاتر کی عمارتیں تباہ کردیں۔ امریکی ٹی وی سی این این کی عمارت

محفوظ رہی، جہاں سے بمباری کے مناظر قلم بند کیے جاتے رہے...... (روزنامہ امت کراچی، ۱۹/نومبر ۲۰۱۲ء)

اسرائیلی جارحیت کو روکنے اور اقوام متحدہ میں غزہ کے مجبور و مقہور مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرنے کے لئے مصر نے پاکستان کے وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف سے مدد اور تعاون کی اپیل کی ہے، لیکن اسلام کے نام پر بننے والے ملک کے وزیر اعظم نے تا حال مصر کو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا، شاید اس لئے کہ کہیں آقا ناراض نہ ہو جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہاں گئی اسلامی غیرت اور کہاں گئی اسلامی حمیت؟۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ غلام قوم میں جس طرح سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت واستعداد مفقود ہو جاتی ہے، اسی طرح وہ قوم قوتِ فیصلہ کی لیاقت اور نعمت سے بھی محروم ہو جاتی ہے۔

یہ آج کے مسلم حکمران ہیں کہ یہودی اور عیسائی مل کر مسلمانوں کو مار رہے ہیں اور ادھر اسلامی ملک کے حکمران ہیں کہ عیسائی حکمرانوں سے ڈر رہے ہیں کہ ہم نے اگر مسلمانوں کی مدد ونصرت اور ان سے تعاون کیا تو کہیں یہ آقا ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ مسلمانوں کے لئے اس سے بھی بڑا ذلت وادبار اور شکست وریخت کا کوئی واقعہ ہوگا؟!۔

اس استعمار کے ایجنٹوں کی سازشوں، مکاریوں اور شرارتوں کی بنا پر پوری دنیا سمیت ملک پاکستان خصوصاً کراچی بھی بدامنی، غارت گری، لوٹ مار، اغوا برائے تاوان، ٹارگٹ کلنگ، خوف و ہراس، دہشت گردی اور ہر طرف مایوسی وناامیدی کی اتھاہ گہرائیوں اور افواہوں کے تاریک جھکڑوں کی زد میں ہے۔

کراچی کا کوئی گھر، کوئی گلی، کوئی محلہ اور کوئی ٹاؤن ایسا نہیں جو ان حالات سے متاثر نہ ہو۔ ہر شریف شہری اپنی اپنی جگہ حالات کے جبر سے حیران و پریشان ہو کر ڈرا اور سہا ہوا ہے، لیکن ہر بدمعاش اور ہر دہشت گرد مطمئن اور پرسکون ہو کر اپنے ٹارگٹ اور ہدف تک پہنچ کر بآسانی اُسے شکار اور حاصل کر رہا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے اُن کے سامنے بے بس وناکام اور مجبور محض دکھائی دیتے ہیں۔ ایک صحافی کے بقول:

”کراچی میں پچھلے دس برسوں میں گیارہ ہزار لوگ قتل ہوئے، چار برسوں میں چھ ہزار نو سو لوگ مارے گئے، جب کہ ایک سال میں ایک ہزار آٹھ سو تیئس لوگ ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے اور ایک مہینے میں اٹھاسی لوگ مارے گئے۔“ (روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۱۶/نومبر ۲۰۱۲ء)

یہ سب کارروائی کون کر رہا ہے؟ اور اس کے پیچھے کس کا خفیہ ہاتھ ہے؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ استعماری قوتوں کا آلہ کار بن کر یہ کارروائیاں کر رہے ہیں یا کرا رہے ہیں، انہیں ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچنا چاہئے کہ کیا ہم اپنا مستقبل اور آخرت بنا رہے ہیں، یا اسے تاریک بنا کر اپنے لئے ابدی عذاب خرید رہے ہیں، قرآن کریم کا اعلان ہے:

”وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَاباً عَظِيْماً“ (النساء:۹۳)

ترجمہ: ”اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً.“ (المائدۃ:۳۲)

ترجمہ: ”جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل ناحق کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

ا:...”وعن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنهما أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لَزوالُ الدنيا أهونُ عنداللّٰه مِنْ قتلِ رجلٍ مسلم. رواه مسلم والنسائی والترمذی.“ (الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۲۰۱)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی مسلمان کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے۔“ (باقی صفحہ ۲۴ پر)

تعلیم وتربیت...... حکیمانہ انداز

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

محسن انسانیت سرور دو عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لئے ایک عظیم اور مثالی معلم بن کر تشریف لائے تھے، ایسے معلم جن کی تعلیم وتربیت نے صرف تیئیس سال کی مختصر مدت میں نہ صرف پورے جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی، بلکہ پوری دنیا کے لئے رُشد وہدایت کی وہ ابدی قندیلیں بھی روشن کردیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل و انصاف، امن وسکون اور عافیت واطمینان کی راہ دکھاتی رہیں گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سال کی مختصر مدت میں جو حیرت انگیز انقلاب برپا کیا اس کی برق رفتاری اور اس کے ہمہ گیر اثرات نے ان لوگوں کو بھی انگشت بدنداں کردیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مشن کے سخت مخالف رہے۔

تعلیم وتربیت کی دو اہم اور نمایاں خصوصیات:

موضوع بڑا طویل اور تفصیل کا محتاج ہے اور واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تعلیم وتربیت کی تمام خصوصیات کا احاطہ کسی بھی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے، لیکن یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تربیت کی صرف دو خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اپنی محدود بصیرت اور مطالعہ کی حد تک مجھے سب سے زیادہ بنیادی معلوم ہوتی ہیں۔

ان میں سب سے پہلی خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت، دل سوزی وخیر خواہی اور رحم دلی و نرم خوئی ہے، چنانچہ قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کا ذکر فرما کر اسے آپ کی کامیابی کا بہت بڑا سبب قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

"فبما رحمة من الله لنت لهم"... بس یہ اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے نرم خو ہوگئے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہوجاتے....

جس شخص نے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کبھی ایک لمحے کے لئے انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غضب ناک ہونے کے بجائے ان پر ترس کھاتے تھے کہ یہ لوگ کیسی سنگین گمراہی میں مبتلا ہیں اور ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ وہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق بات ان کے دل میں اُتر جائے اور یہ ہدایت کے راستہ پر آجائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے معلم نہ تھے کہ محض کوئی کتاب پڑھا کر یا درس دے کر فارغ ہو بیٹھے ہوں اور سمجھتے ہوں کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کردیا، اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت افراد کی زندگی کے ایک ایک شعبے میں دخیل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دکھ درد میں شریک اور ہر لمحے ان کی فلاح و بہبود کے لئے فکر مند رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وصف کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"بلاشبہ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول آیا ہے جس پر تمہاری مشقت گراں گزرتی ہے اور جو تمہاری بھلائی کے لئے بے حد حریص ہے اور مسلمانوں پر بے حد شفیق اور مہربان ہے۔"

تربیت کا ایک عبرت آموز واقعہ:

علامہ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں مسند احمد اور معجم طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے، ذرا تصور تو کیجئے کہ کیا فرمائش کی جارہی ہے، ایک ایسے گھناؤنے گناہ کو حلال قرار دینے کی فرمائش جس کی قباحت وشناعت پر دنیا بھر کے مذاہب وادیان متفق ہیں اور یہ فرمائش کس سے کی جارہی ہے؟ اس برگزیدہ ہستی سے جس کی عصمت وعفت کے آگے فرشتے کا بھی سر جھک جاتا ہے، کوئی اور ہوتا تو اس نوجوان کو مار پیٹ کر یا کم از کم ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکلوا دیتا، لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کا کام برائی پر خفگی کا اظہار کرکے پورا نہیں ہوجاتا بلکہ اس برائی کے علاج کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دل میں اس نوجوان کے خلاف غیظ و غضب کے بجائے ہمدردی اور رحم کے جذبات پیدا ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراض ہونے کے بجائے اُسے پیار کے ساتھ اپنے پاس بلایا، اپنے قریب بٹھایا اس کے کندھے پر مشفقانہ ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ جو عمل تم کسی اجنبی خاتون کے ساتھ کرنا چاہتے ہو، اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری ماں کے ساتھ کرنا چاہے تو تم اس کو گوارا کروگے؟ نوجوان کے ذہن کے دریچے ایک ایک کرکے کھلنے لگے، اس نے کہا: نہیں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے یہ بات پسند نہیں کرتے، اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کیا تم اس کو گوارا کرلوگے؟ نوجوان نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بات تمہیں اپنی بہن کے لئے گوارا نہیں دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اسے پسند نہیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس نوجوان کو مثالیں دے کر سمجھاتے رہے اور آخر میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا فرمائی: ”اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ“...اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف کردیجئے اور اس کے قلب کو پاک کردیجئے اور اس کی شرم گاہ کو عفت عطا فرمادیجئے...یہاں تک کہ وہ مجلس سے اٹھا تو اس گھناؤنے عمل سے ہمیشہ کے لئے تائب ہوچکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان پر غیظ و غضب کا اظہار کرکے اپنے مشتعل جذبات کی تسکین کرسکتے تھے لیکن اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نوجوان کی زندگی تباہ ہوتی نظر آتی تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی، حکمت اور تدبر وتحمل کا نتیجہ تھا کہ وہ نوجوان ہلاکت کے گڑھے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا، کاش! آج کے مصلحین، اساتذہ اور واعظین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل پیرا ہوسکیں تو آج انہیں اپنے نوجوانوں کی بے راہ روی کی شکایت نہ ہو۔

مربی کے لئے بنیادی اہم ہدایات اور تربیت کے عملی نمونے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تعلیم کی دوسری اہم خصوصیت جسے میں اہمیت کے ساتھ اس وقت ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جو احقر کی نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تربیت کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو جس بات کی تعلیم دی، اس کا بذات خود عملی نمونہ بن کر دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ و نصائح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت صرف دوسروں کے لئے نہ تھی بلکہ سب سے پہلے اپنی ذات کے لئے تھی، اللہ تعالیٰ نے بہت سے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت وسہولت عطا فرمائی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت وسہولت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ کو دوسرے تمام مسلمانوں کی صف میں رکھنا پسند فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کی تلقین فرمائی تو خود اپنا عالم یہ تھا کہ دوسرے اگر پانچ وقت نماز پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ وقت نماز ادا فرماتے تھے، جس میں تہجد، چاشت اور اشراق کی نمازیں شامل ہیں۔ تہجد عام مسلمانوں کے لئے واجب نہ تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی اور تہجد بھی ایسی کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا، حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف نہیں فرمادیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی محنت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم وکرم فرمایا ہے، لیکن کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ اگر رمضان کے فرض روزے رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہ رہتا تھا، عام مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ صبح کو روزہ رکھ کر شام کو افطار کرلیا کریں، لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز مسلسل اس طرح روزے رکھتے تھے کہ رات کے وقت بھی غذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں نہیں جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید فرمائی تو سب سے پہلے خود اپنی عملی زندگی میں اس کا بے مثال نمونہ پیش کیا، عام مسلمانوں کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ فریضے کے طور پر دینے کا حکم تھا اور اس سے زیادہ حسب توفیق خرچ کرنے کی تلقین کی جاتی تھی، لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ اپنی فوری ضرورت کو نہایت سادہ طریقے سے پورا کرنے کے بعد اپنی ساری آمدنی ضرورت مند افراد میں تقسیم فرمادیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تک گوارا نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقتی ضرورت سے زائد ایک دینار بھی گھر میں باقی رہے، ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً گھر تشریف لے گئے اور جلد ہی باہر آئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رہ گیا ہے مجھے خیال ہوا کہ کبھی موت آجائے اور سونے کا یہ ٹکڑا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑا رہ جائے۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ گھر میں تشریف لائے، میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: ام سلمہ! کل جو سات دینار آئے تھے شام ہوگئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے۔

حد یہ ہے کہ مرض وفات کی حالت میں جب کہ بیماری کی تکلیف نے سخت بے چین کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں، فوراً حکم دیتے ہیں کہ انہیں خیرات کرو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوئی نہ ہوں۔

عام مسلمانوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہی تھی کہ جوش میں آ کر اپنی ساری پونجی خیرات کر دینا مناسب نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے مطابق مال رکھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرو، لیکن مسلمانوں کو اس تعلیم کا عادی بنانے کے لئے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل کا یہ نمونہ پیش فرمایا کہ گھر میں کوئی نقدی باقی نہ چھوڑی تاکہ اس مثالی طرز عمل کو دیکھ کر کم از کم اس حد تک آ سکیں جو اسلام کو عام مسلمانوں سے مطلوب ہے، چنانچہ انسانیت کے اس معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ:

''تم نیکی کا مقام ہرگز اس وقت تک حاصل نہ کر سکو گے، جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس آیت پر عمل کرنے کے لئے مسابقت کا جو غیر معمولی مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ انسانیت میں اپنی مثال آپ ہے، اس آیت کے نازل ہونے پر تمام صحابہ کرامؓ نے اپنی پسندیدہ ترین اشیاء خیرات کر دیں اور ایسی ایسی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جنہیں وہ سالہا سال سے حرز جاں بنائے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو زہد وقناعت کی تعلیم دی تو خود اپنی زندگی میں اس کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا، غزوۂ احزاب کے موقع پر جب بعض صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شدت کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ اس پر پتھر بندھا ہوا ہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنا بطن مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مساوات اور بھائی چارہ کی تعلیم دی تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا، اگر دوسرے مسلمان عام سپاہی کی حیثیت سے مدینہ طیبہ کے دفاع میں خندق کھودنے کی مشقت برداشت کر رہے تھے تو ان کا امیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف قیادت و نگرانی کا فریضہ انجام دے رہا تھا، بلکہ بہ نفس نفیس کدال ہاتھ میں لئے کھودنے میں شریک تھا اور زمین کا جتنا بڑا ٹکڑا ایک عام سپاہی کو کھودنے کے لئے دیا گیا تھا اتنا ہی بڑا ٹکڑا اس نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

ایثار کی تعلیم ہر معلم اخلاق نے دی ہے، لیکن عموماً یہ تعلیم معلم کے الفاظ اور فلسفے سے آگے نہیں بڑھتی، اس کے برخلاف انسانیت کے اس معلم اعظم نے اپنی زبان سے ایثار کے الفاظ کم استعمال کئے اور عمل سے اس کی تعلیم زیادہ دی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی ہیں اور مرتبے کے لحاظ سے صرف عرب نہیں دونوں جہاں کی قابل احترام شہزادی ہیں، لیکن چکی پیتے پیتے ان کی ہتھیلیاں گھس گئی ہیں وہ آ کر درخواست کرتی ہیں کہ مجھے کوئی خادمہ دلوادی جائے، لیکن مشفق باپ کی زبان سے یہ جواب ملتا ہے:

''فاطمہ! ابھی صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا، اس لئے تمہاری خواہش پر عمل ممکن نہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صبر اور عفو و درگزر کا درس دیا تو خود اس پر عمل پیرا ہو کر دکھلایا، ایک مرتبہ کسی شخص کا کچھ قرض تھا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض کا مطالبہ کیا اور اس غرض کے لئے کچھ گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقوق العباد کی ادائیگی کا کس قدر اہتمام تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے تقاضے کے بغیر ہی اس کا قرض چکاتے، اس لئے اس شخص کے پاس اس تلخ کلامی کا کوئی جواز نہ تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس شخص کا یہ گستاخانہ انداز دیکھا تو اسے گستاخی کا مزہ چکھانا چاہا، لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تمام تر اشتعال انگیز اور تکلیف دہ رویے کو دیکھنے کے باوجود صحابہ کرامؓ سے فرماتے ہیں کہ اسے رہنے دو، وہ صاحب حق ہے اور صاحب حق کو بات کہنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

اور عفو و درگزر کا جو معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا، وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے ظلم و ستم کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا تھا، انہیں لوگوں پر فتح پانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

تعلیم وتربیت مفید و موثر کب:

خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت جس نے دشمنوں تک کے دل جیتے اور جس نے ایک وحشی قوم کو تہذیب و شائستگی کے بام عروج تک پہنچایا، اس کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ وہ تعلیم محض ایک فکر اور فلسفہ نہیں تھی جسے خوبصورت الفاظ کا خول چڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کر دیا، بلکہ وہ ایک متواتر اور پیہم عمل سے عبارت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مبارک زندگی کی ہر ادا مجسم تعلیم تھی، آج اگر ہم اساتذہ کی تعلیم، واعظوں کے وعظ اور خطیبوں کی تقریریں نتائج کے اعتبار سے بے جان اور اصلاح معاشرہ کے عظیم کام کے لئے بے اثر نظر آتی ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ آج ہمارے معلموں، واعظوں اور خطیبوں کے پاس صرف دلکش الفاظ اور خوشنما فلسفے تو ضرور ہیں، لیکن ہماری زندگی ان دلکش الفاظ اور خوشنما فلسفوں سے یکسر متضاد ہے اور ایسی تعلیم و تربیت نہ صرف یہ کہ کوئی مفید اثر نہیں چھوڑتی، بلکہ بسا اوقات اس کا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخاطب ایک شدید ذہنی کشمکش اور فکری انتشار کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے، استاذ کا بیان کیا ہوا فلسفہ اور مقرر کی شعلہ بیان تقریریں ایک محدود وقت کے لئے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ ضرور کر لیتی ہیں اور بہت زیادہ ہو تو عقل ان کی صحت کو تسلیم کر لیتی ہے، لیکن دلوں کو متاثر کرنے اور زندگیوں کی کایا پلٹنے کا عظیم کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک معلم کی تعلیم اور وعظ خود اس کی اپنی زندگی میں عملی طور پر رچا بسا ہوا نہ ہو۔☆☆☆

دو مسلمان بہنوں کا دینی جذبہ، ملکہ برطانیہ کی جانب سے تمغۂ امتیاز

دین اسلام نے خدمت خلق کو بڑا کار خیر بتایا ہے، اس میں پوری انسانیت کی بھلائی مضمر ہے، اس روئے زمین پر بسنے والا انسان خواہ کسی مذہب، کسی علاقہ اور کسی برادری سے تعلق رکھنے والا ہے، اس کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ سارے انسان ایک اللہ تعالیٰ کے بندے اور ایک باپ کی اولاد ہیں، اس لئے سب کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہئے اور اگر معاشرہ میں کچھ معذور افراد یا بے سہارا، بیوہ اور یتیم ہوں تو ان کی خدمت اور دیکھ بھال میں بڑا ثواب ہے اور اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ نوازتے ہیں، ہمارے اس انسانی معاشرہ میں ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اور ایسے افراد موجود ہیں جو خدمت خلق میں بڑی راحت اور سکون محسوس کرتے اور اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔

ذیل کا واقعہ جس کو ایک عربی مجلہ نے اہتمام سے شائع کیا ہے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قلب اسلام میں نہیں بلکہ دیار غیر میں بھی ایسے باحمیت اہل دین موجود ہیں جو دوسروں کے لئے لائق تقلید ہیں اور وہ بھی یہ واقعہ دو مسلم بہنوں کا ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں اپنی دینی و اسلامی شناخت کے ساتھ غیروں کو متاثر کیا اور انعام کی مستحق ہوئیں اور اصل انعام تو رب العالمین کے پاس ہے۔

برطانیہ کی ملکہ الزبتھ دوم کی گولڈن جوبلی تقاریب کے موقع پر کینیڈا کی حکومت نے دو مقامی بہنوں رابعہ خضر اور عظمی خان کو ان ۶۰۰ افراد کی لسٹ میں شامل کر کے انہیں ملکہ الزبتھ دوم گولڈن جوبلی میڈل کا مستحق قرار دیا، ایک عظیم الشان تقریب میں کہ جس میں حکومت سمیت فوج کے اعلیٰ عہدیدار اور معروف فنکار شامل تھے، ان دونوں بہنوں نے اس تمغہ کو حاصل کرتے ہوئے انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

واضح رہے کہ ان دونوں مسلمان بہنوں کو ملک کے معذور افراد کی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر یہ تمغہ دیا گیا، جبکہ یہ دونوں بہنیں بچپن میں ہی کسی بیماری کے سبب بینائی سے محروم ہو چکی تھیں، مگر آنکھوں سے محرومی نے ان کو احساس محرومی میں مبتلا نہیں کیا بلکہ ہمت و حوصلہ، عزم اور ارادے کی پختگی ان میں پیدا کر دی۔

ان دونوں بہنوں میں بڑی بہن رابعہ خضر یونیورسٹی ہی میں دوران تعلیم طلبا کی سربراہ بنا دی گئی یونیورسٹی سے فراغت کے بعد رابعہ نے حجاب پہننا شروع کر دیا اور کہنے لگی کہ جب میں دوسروں کے سامنے بینائی سے محروم فرد کے طور پر اپنا تعارف کرواتی ہوں تو اسلام بھی تو میری شخصیت کا سب سے اہم حصہ ہے، لہٰذا حجاب کے ذریعے میں اپنے تعارف کو یوں مکمل کرتی ہوں کہ میں ایک نابینا مسلمان لڑکی ہوں، اس وقت وہ چار بچوں کی ماں ہے، مگر گھریلو ذمہ داریوں کے باوجود اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ مل کر سارے ملک میں اس نے معذور افراد کے حق میں بھرپور تحریک چلائی، ان کو حقوق دلوانے میں آگے رہیں اور عوام الناس میں معذور افراد کی شخصیت کے مثبت پہلو اجاگر کرنے میں کامیاب رہیں۔ اپنی خدمات پر بطور اعتراف یہ تمغہ حاصل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کینیڈا میرا ملک ہے جس پر مجھے فخر ہے، ہمارا سلوگن ہے کہ: ''فخر کرو کہ تم مسلمان کینیڈین ہو۔'' واضح رہے کہ کینیڈا میں مسلمانوں کا تناسب ۲.۸ فیصد ہے، حالیہ سروے میں یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے کینیڈین ہونے پر فخر کا اظہار کیا ہے، نیز ملک کی عام آبادی میں تعلیمی اعتبار سے مسلمان آگے ہیں۔ اس طرح کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ مسلمانوں نے غیر ممالک میں رہ کر اسلام کا نام بلند کیا ہے اور خدمت خلق کے ذریعہ وہاں کے باشندوں کا دل جیت لیا۔

(پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰/ستمبر ۲۰۱۲ء)

تین قوتوں کی ضرورت! علم، مال اور حکومت

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

گزشتہ سے پیوستہ

تین طاقتوں کی ضرورت:

ابھی جودھ پور، اورنگ آباد اور لکھنؤ کے کالجوں میں جا چکا ہوں تو لڑکوں سے تاثرات لیتے ہیں تو آدھی انگریزی اور آدھی اردو بولتے ہیں، عجیب ہے نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے، اس سے نجات پانے، کھویا وقار واپس لانے اور عظمت رفتہ کو بحال کرنے کے لئے تین طاقتوں کی ضرورت ہے: ایک عہدہ، دوسرا مال اور تیسرا علم۔ عہدے میں قوت ہے، پیسوں میں قوت ہے اور علم میں قوت ہے، عہدے کی قوت اپنی جگہ ہے، اس کا انکار نہیں کرتا، اس کے اندر طاقت ہے، پیسے کے اندر طاقت ہے اگر اس کا کوئی انکار کرے تو غلط ہے اور علم کے اندر بھی قوت ہے، اس کا کوئی انکار کرتا ہے تو غلط ہے، لیکن ان تینوں میں علم کی قوت سب سے زیادہ ہے، علم کی قوت کے آگے بڑے سے بڑے جھک جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے علم کے اندر طاقت رکھی ہے، علم دماغ ہے، عہدہ و حکومت ڈھانچہ ہے، مال چلنے دوڑنے کے لئے پیر اور سواری ہے، اگر جسم کے اندر طاقت ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے سارے کام وابستہ ہیں اور اگر پیر میں طاقت ہے تو چل سکے گا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہے گا، اس لئے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ مال پیر ہے کھڑے ہونے کے لئے اور علم بڑے ہونے کے لئے ہے اور عہدہ لوگوں کی راہنمائی اور سرکشوں کو درست کرنے کے لئے ہے تو تینوں چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے طاقت رکھی ہے، اب تینوں چیزوں میں سے کچھ ہمارے پاس نہیں ہیں، یعنی عہدہ ہمارے پاس نہیں ہے، پیسہ بھی عہدہ سے وابستہ ہے، عہدہ جب کمزور ہوتا ہے تو آدمی کے پاس پیسہ ہوتے ہوئے بھی آدمی کمزور ہوتا ہے، لیکن ایک چیز ہے علم، وہ بہرحال اپنے اندر آج بھی طاقت رکھتا ہے اور لوہا منوالیتا ہے اور جو قرآن شریف میں آتا ہے: "لیظهره علی الدین کله"... اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ دین غالب آئے اور سارے دین مغلوب ہوں... تو یہ سب عہدے اور طاقت سے ہوگا اور دوسرا علم سے ہوگا یعنی تمام مذاہب علمی اعتبار سے کس مقام پر ہیں اور اسلام کس مقام پر ہے تو اسلام ظاہر ہے کہ سراپا علم کی حیثیت رکھتا ہے اور جتنے مذاہب ہیں وہ سب سر سے نیچے ہیں اور ظاہر ہے کہ سر، سر ہے،، سر میں دماغ ہے جو سب کو چلاتا ہے، اس لئے ظاہر میں آدمی عقلمند ہو، اب اگر پیر سے کمزور ہے تو وہ بیٹھے بیٹھے بھی کام کر لیتا ہے، ہمارے ڈاکٹر آصف قدوائی نے بہت سی کتابیں لکھیں اور کیا قلم تھا، اس اللہ کے بندے کا، ان کا حال کیا تھا؟ میں ان کے پاس حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے ہمراہ کبھی کبھی جاتا تھا تقریباً اٹھارہ سال کی عمر سے وہ بستر پر تھے اور ۶۹ سال تک ایک کروٹ پڑے رہے، پورا بدن ان کا زخمی ہوگیا، یہاں تک کہ اخیر وقت میں ہمارے حضرت مولانا علی میاںؒ ان کے پاس گئے، اس سے پہلے کبھی انہوں نے شکایت نہیں کی لیکن اس دن فرمایا: "حضرت! برداشت نہیں ہوتا، دعا فرمادیجئے ایمان پر خاتمہ ہوجائے" لیکن سب لیٹے لیٹے کام کرتے تھے، کتاب کھول لیتے تھے، یوں ایک ہاتھ سے لکھتے اور ایک ہاتھ سے پڑھتے تھے اور اس طرح پچاس سال تک کیا اور پچاس ساٹھ کتابوں سے زیادہ کے مصنف ہیں، یہ ہے دماغ، تو علم بہت وسیع چیز ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے پیسہ دیا ہے اور وہ طاقت ہے، اس سے چلتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے اور عہدہ و حکومت راہبر ہے، اس سے راہنمائی کرتا ہے، لہٰذا اب لڑائی کسی بھی طرح کی جائز نہیں، جیسا کہ ایک زمانے سے رہا ہے کہ یہ انگریزوں کی زبان ہے کہ انگریزی سیکھی نہیں جائے گی، انگریزوں نے اس کی مخالفت کی، لیکن ہمارے علماء نے ایسا کیا تھا، لیکن اب وہ دور چلا گیا، اس وقت اس کی ضرورت تھی۔

اب انگریزی ہماری زبان ہے، اس لئے کہ ساری زبانیں خدا کی ہیں، ان سب زبانوں میں خدا کی نشانیاں ہیں: "واختلاف السنتكم والوانكم" تو اس میں نشانیاں الگ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی صورتیں الگ ہیں، ایسے ہی زبانیں الگ ہیں تو جس طرح اردو میں حمد وثنا ہوتی ہے، عربی میں حمد وثنا ہوتی ہے، اسی طرح ہندی اور انگریزی میں بھی حمد وثنا ہونی چاہئے، اللہ کی حمد مقصود ہے خواہ کسی زبان میں ہو، اب اگر کوئی صرف ہندی جاننے والا ہے، اردو نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کیسے کرے گا؟ تو اس کو ہندی میں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کے لئے ہندی اجنبی نہیں ہے، وہ ساری زبانو

خالق ہے۔ اس کے لئے کوئی بھی مشکل نہیں ہے تو ہمارے لئے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم علم اور مال دونوں طاقتوں کو لے کر اس تیسری طاقت تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اس کے ذریعہ سے اسلام کو عام کریں، یہ ہماری ذمہ داری ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں جو کالجوں میں بھاگ رہے ہیں کہ انگریزوں کا دور چلا گیا، لیکن انگریزی کو چھوڑ گیا اور انگریزی کے جو اثرات ہیں ان کو چھوڑ گیا، اب ان کے اثرات کو اسلامی اثرات میں بدلنا ہے اور جس طرح فارسی کو مسلمان بنایا ہے، ایسے ہی انگریزی کو بھی مسلمان بنانا ہے اور یہ ہوجائے گا کچھ دنوں میں، کیونکہ اسلامی لٹریچر انگریزی میں بہت آرہا ہے، یہاں پر کام کم ہورہا ہے باہر بہت زیادہ ہورہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ کچھ دنوں میں انگریزی زبان بھی اسلامی زبان ہوجائے گی، اتنا لٹریچر آرہا ہے، اب ہم لوگ بھی ان کی مدد کریں اور اپنے بچوں کو ان کی جھولی میں جانے سے پہلے بچالیں، کیونکہ اب بھی ان کی دو چیزیں ہیں: نمبر ایک: زبان لائے ہیں نمبر دو: اپنا کلچر لائے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ جب کسی کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کا اثر باقی رہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا کلچر بھی آتا ہے جیسا کہ ایک دور مسلمانوں کا آیا تھا، لوگ اس پر فخر کرتے تھے۔

دجال کی جنت:

لیکن آج کے دور میں یہ ہمارے سارے کالج دجال کی جنت بنے ہوئے ہیں، اس کو میں کہا کرتا ہوں دجال کی جنت۔ حدیث شریف میں آتا ہے: جب دجال آئے گا تو اس کے ایک ہاتھ میں جنت ہوگی دوسرے ہاتھ میں جہنم اور اس کی جنت اصلاً جہنم ہوگی اور جو اس کی جہنم ہوگی وہ اصلاً جنت ہوگی اور جو اس کی جہنم میں جائے گا وہ اصلاً جنت کا مزہ پائے گا اور جو اس کی جنت میں جائے گا وہ جہنم کا مزہ چکھے گا، آج بھی ایسا ہی ہے، تو جو اس کلچر میں پھنسے ہوئے ہیں جو اصلاً جنت ہے اور جو اسلامی کلچر میں ہیں لوگ ان کو دیکھ کر ترس کھاتے ہیں کہ کتنے غریب ہیں، ان کے پاس پیسہ کم ہے، یہ دیکھنے میں معمولی نظر آرہا ہے اور جو اپر کلاس کے لوگ ان کے ساتھ ہوٹلوں میں نہیں جاتے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں اپنا فنکشن نہیں کرپاتے تو لوگ ان پر ترس کھاتے ہیں مگر حقیقتاً یہ لوگ ان پر ترس کھاتے ہیں کہ تم عیش و عشرت میں نظر آرہے ہو، لیکن تمہارا دل جہنم زار ہے اور ہم دیکھنے میں تھوڑا پریشان نظر آتے ہیں، لیکن ہمارا دل جنت کا نمونہ ہے، مگر یہ اس وقت ہوگا جب ہم لوگ صحیح اسلام پر ہوں گے، ورنہ:

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

یہ بھی ہوجاتا ہے مگر جو صحیح دین پر ہے وہ بہت خیر میں ہیں، تھوڑی پریشانی تو ہے، لیکن کوئی خاص پریشانی نہیں ہے، تو ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے کالجوں میں سے اپنے بچوں کو ہٹالیں اور اپنے کالج اسلامی کلچر کے ساتھ قائم کریں، اس میں شرمانے کی ضرورت نہیں ہے، بالکل پورے انتظام کے ساتھ اپنے کلچر کو لائیں، انگلش زبان میں سائنس آرہی ہے، اس کو صحیح طریقے سے پڑھا کر اور ان بچوں کو مسلمان بنا کر ان کو کلمہ پڑھا دیا جائے جیسے فلسفہ کو کلمہ پڑھادیا گیا اور یہ لکھا گیا ہے کہ ہمارے حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ کے ہاتھوں فلسفہ مسلمان ہوگیا، جس طرح انہوں نے فلسفہ کو پیش کیا، ایسا لگا کہ گویا یہ ایک اسلامی فن ہے، ایسے ہی یہ سائنس اور یہ سب علوم ہمارے ہیں ان کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی ہے، لیکن ہم لوگ اتنے ناآشنا اور اتنے جاہل ہوگئے کہ ہم کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''عمر خیام'' لکھی اور اس میں انہوں نے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ عمر خیام کیا تھا، جس کے بارے میں یورپ والوں نے بتایا کہ وہ ایک گویا شاعر تھا اور اس کی غزلیات کا یورپ کی چودہ زبانوں میں ترجمہ ہوا، لیکن وہ اصلاً سائنس کا آدمی تھا، جب وہ سائنس پر کام کرتے کرتے تھک جاتا تو لیٹ جاتا اور لیٹے لیٹے اشعار کہتا تھا، طبیعت کو تازہ کرنے کے لئے تو ظاہر ہے کتنا بڑا آدمی رہا ہوگا، طبیعت کو تازہ کرنے کے لئے جو غزلیں لکھی وہ چودہ زبانوں میں ہیں اور جو اصلاً اس کا کام تھا، وہ سائنس ہے اور جب سائنس کے بارے میں اس کا ذکر کرتے ہیں تو صرف خیام کہتے ہیں، بے چارے مسلمان جانتے ہی نہیں خیام کیا ہے؟ اور جب غزلیات کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں عمر خیام تاکہ مسلمان جانے کہ وہ ساری زندگی ناچتا اور گاتا رہا، اس کے سوا کوئی کام نہ تھا اور جو اس کا کام تھا وہ سائنس کا تھا اور اس پر لکھا بھی جارہا ہے، وہ سارے علوم ہمارے ہیں اور جو علوم ہمارے ہیں ہم اس کو جس طرح چاہیں گے پڑھائیں گے حدیث میں آتا ہے: ''الحکمۃ ضالۃ المومن حیث ما وجد فھو احق بھا''... حکمت جو ہے وہ مومن کا گمشدہ مال ہے، جہاں بھی ہے وہ ہمارا ہے کھو گیا تھا... ہمارے باپ دادا کا یہ علم ہے، یورپ والوں نے ان کو اپنے ہاتھ میں لے کر خراب کردیا اور اس کو صحیح کرکے جیسے ہمارے پاس تھا اس کو صحیح کرلیں گے اور اس کو آگے بڑھائیں گے، اس کو مارکیٹ میں لائیں گے اور ظاہر ہے کہ مارکیٹ کی چیز ہے اور مارکیٹ میں بکے گی، اس کو مزید کیسے قیمتی بنایا جائے اور موتی ہے، آپ کو اس میں چھید کرنا بھی نہ آیا، آپ نے اس کو خراب کردیا تھا، چھید کرنے کا فن ہے، اس میں چھید کرنے سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور اگر یہ

علوم اسلامی "Concept" اور اسلامی کلچر کے تحت پڑھائے جائیں تو اس کا فائدہ اتنا پہنچے گا کہ پوری دنیا مالا مال ہوجائے گی، لیکن افسوس یہ ہے کہ اس وقت میڈیکل سائنس ہے، اس کے سرپرست اعلیٰ یورپ والے ہیں تو انہوں نے کہا میڈیکل سائنس کو پڑھنے سے آپ کی دونوں جیبیں بھر جاتی ہیں اور بینک بیلنس بہت ہوجاتا ہے، انہوں نے یہ سمجھا دیا اور پڑھنے کے لئے خوب خرچ کروایا اور آج پڑھ کر آئے تو ان کو لوٹنا سکھایا کہ غریبوں کو لوٹو اور ان کا خون چوسو، جس طرح تمہاری جیبیں ہم نے کاٹی ہیں اور تمہاری دولت ہم نے لوٹی ہے اسی طرح تم ان سے لوٹو، لیکن اگر مسلمان ہوتے تو ان کو بتاتے کہ تمہارا بینک بیلنس خدا کے یہاں بہت ہوجائے گا، اس لئے کہ انسان کی خدمت بہت بڑا کام اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو تمہاری برکت کا ذریعہ بنادے گا جو تم نے صحیح پیسہ لیا ہے تمہاری زندگی اچھی ہوجائے گی اور نہ جانے کتنوں کی زندگی اچھی ہوجائے گی تو ایسے ہی سارے علوم ہیں اور ان سارے علوم پر اگر سرپرستی ہماری ہوتو سارے علوم چمک جائیں گے اور انسانیت کی خدمت میں وہ لگ جائیں گے اور ساری انسانیت کو راحت پہنچے گی، اس لئے ہماری ذمہ داری ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوت دی ہے، چاہے علم کی قوت ہو چاہے مال کی قوت ہو، ان دونوں کو لگا کر آپ پوری انسانیت کی خدمت کے لئے تیار کریں، سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو امین بنایا ہے ان قوتوں کا، یعنی جس کو ذہین بنایا ہے وہ ذہن لگائے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے وہ مال لگائے اور دونوں اگر مل جائیں نہ جانے کتنے اچھے نتائج سامنے آئیں اور اس کے لئے نہ جانے کتنی کوششیں سامنے آرہی ہیں، بھوپال میں بھی میں چاہتا ہوں کہ اسی سطح پر کام ہوتا کہ وہ لوگ جو اپنے کو فرسٹ کلاس والے لوگ کہتے ہیں پیسے کی وجہ سے، وہ بھی جنت کے راستے پر پڑیں ورنہ بعض دفعہ افسوس ہوتا ہے کہ غریبوں کے بچے خواہی نہ خواہی مجبوراً جنت کے راستہ پر ہیں اور جو بڑے گھرانے کے لوگ بڑے حسب ونسب والے لوگ ہیں وہ جان بوجھ کر جہنم کے راستے پر ہیں، یہ کیا معاملہ ہے، اتنی خطرناک بات ہے کہ آدمی سوچے تو ہل جائے، اسی وجہ سے میں نے جا کر کہا کہ یہ بچے خود بھی مدرسوں میں جا کر پڑھنا نہیں چاہتے ہیں، زبردستی کھینچ کھانچ کر ان کے ابا کے پاس پیسہ نہیں ہے تو ان کو مدرسہ میں جا کر داخل کردو، مجبوراً ان کو جنت کے راستے پر ڈال دیا گیا اور جن کے پاس بہت پیسہ ہے، ان کے بچے بجھ بوجھ کر جہنم والے راستے پر ہیں۔

ابھی ایک بڑی یونیورسٹی جانا ہوا تو کچھ پروفیسر لوگ بیٹھے تھے، باتوں باتوں کی بات ہورہی تھی کہ وہاں بڑے لوگ مرتد ہورہے ہیں، وہاں پر دین کا کام ہونا چاہئے، میں نے کہا وہ بے چارے غریب لوگ ان کی آپ کو بہت فکر ہے اور کتنے پروفیسر یہاں مرتد اور جہنم کے راستے پر ہیں، ان کی کسی کو فکر نہیں ہے، ان کی بھی فکر ہونی چاہئے، جو مرتد ہیں ملحد ہیں اور جہنم کے راستے پر ہیں، ان کی فکر نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے پاس بہت پیسہ ہے اور بہت شاندار کوٹھیوں میں رہتے ہیں، محض اسی سے وہ جنت کے راستے پر نہ پہنچ جائیں گے، یہ تو فرعونی بات ہوئی جس طرح فرعون نے کہا تھا:

”ھذہ الانھار تجری من تحتی افلا تبصرون۔“

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: میاں! کیا تم نے لوگوں کو غلط راستے پر بہکا کے ڈال رکھا ہے؟ تو فرعون نے یہی کہا تھا کہ یہ کوٹھیاں، یہ محل، یہ باغات، یہ نہریں ہونے کے باوجود بھی تم مجھے ایسا الزام دیتے ہو، یہ سب کچھ میرے پاس تو ہے اور یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ میں جنت میں سب سے اونچے مقام پر ہوں گا، یہ دھوکا ہے بہت بڑا اور یہ فرعونی سوچ ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس بات کے لئے تیار کریں اور متحد ہوکر یہ کام کریں تو نہ جانے کتنے بچے جنت کے راستے پر آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم کو کامیاب کرے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

حج مبارک

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے قدیم اور مخلص کارکن جناب ملک ریاض الحق صاحب کو اس سال اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی۔ اس خوشی ومسرت کے موقع پر مجلس کے اکابرین اور کارکنان ختم نبوت نے انہیں دلی مبارکباد پیش کی اور دعا کی کہ اللہ جل شانہ ان کے اس سفر حرمین شریفین کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ ادارے اور ان کے لئے خیر وبرکات کا ذریعہ بنائے۔

وقت امانت ہے!

ڈاکٹر عبدالواسع شاکر

وقت اور اس کی ترتیب و تنظیم ایک اہم علمی، سائنسی اور تکنیکی موضوع بن چکا ہے، اس موضوع پر سیمینار اور ورکشاپ منعقد کرائی جارہی ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں، وقت کی ترتیب و تنظیم کا شعور و ادراک مغربی دنیا میں مخصوص مادی مسائل کے باعث صرف نصف صدی سے زیادہ قدیم موضوع نہیں ہے، لیکن وقت کی اہمیت اور اس سے متعلق جملہ امور کے بارے میں قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سال پہلے دنیا کو آگاہ کردیا تھا، یہ ہماری بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے کہ مغربی اور دیگر اقوام نے وقت کی اہمیت کا بروقت احساس کرکے دنیوی شعبوں میں ترقی کرلی اور ہم سے آگے نکل گئے، مگر ہم وقت کی اہمیت کو فراموش کرکے ہر میدان میں پیچھے رہ گئے۔

وقت کی اہمیت و افادیت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر مختلف انداز سے امت کی راہنمائی اور فلاح و کامرانی کے لئے بیان فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن میمونؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پانچ حالتوں کو پانچ حالتوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو اور ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہو وہ اٹھالو۔

"غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، تندرستی کو بیمار ہونے سے پہلے، خوشحالی اور فراخ دستی کو ناداری اور تنگدستی سے پہلے، فرصت اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔" (الترغیب والترہیب)

اس حدیث مبارکہ میں جن حالتوں کو بیان کیا گیا ہے وہ ہمارے لئے وقت کے استعمال اور ترجیحات سے متعلق رہنمائی کا نمونہ ہیں۔

وقت کی اہمیت:

قرآن و حدیث کی روشنی میں وقت کی چار بنیادی خصوصیات ہیں:

۱:... اس کائنات میں ہر جاندار و بے جان مخلوق کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا مقدار اور وقت مقرر کررکھا ہے اور یہ مقدر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے، دنیا میں ہر انسان کے نہ صرف پیدا ہونے اور مرنے کا وقت مقرر ہے بلکہ اس کے ہر کام کا وقت مقرر ہے حتیٰ کہ ہماری سانس بھی مقرر ہیں کہ کتنی سانسیں بندہ اس دنیا میں لے گا۔

۲:... وقت گزرنے والی چیز ہے، وقت لمحہ بہ لمحہ گزر رہا ہے اور گزر جائے گا۔ امام غزالیؒ نے کسی بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ: "وقت کی مثال ایک برف والے کی طرح ہے۔ وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ دیکھو میری زندگی کا سرمایہ گھلا جارہا ہے اور اگر یہ برف کارآمد نہیں ہوئی تو یہ رکھے رکھے گھل جائے گی اور ختم ہوجائے گی۔"

۳:... تیزی کے ساتھ گزرتا ہوا ہر سیکنڈ اور لمحہ جو گزر گیا وہ واپس نہیں آئے گا، اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے، انسان جو پیسہ خرچ کرلے وہ دوبارہ کمایا جاسکتا ہے، لیکن وہ وقت جو گزر گیا واپس نہیں آسکتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ہر آنے والا دن جب شروع ہوتا ہے تو وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ: اے انسان! میں ایک نوپیدا مخلوق ہوں، میں تیرے عمل پر شاہد ہوں تو مجھ سے کچھ حاصل کرلے، میں تو اب قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔"

۴:... وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

"حشر کے میدان میں آدمی آگے نہ بڑھ پائے گا جب تک کہ پوری زندگی کا حساب نہ دے لے، پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں گزاری، جوانی کیسے گزاری، مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اس کو کس طرح استعمال کیا؟" (الترغیب والترہیب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تباہ ہوگیا وہ شخص جس کا آج اس کے گزرے ہوئے کل سے بہتر نہ ہو۔"

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے:

"مومن کے لئے دو خوف ہیں: ایک اجل جو گزر چکا ہے، معلوم نہیں کہ خدا اس کا کیا کرے گا اور ایک اجل جو ابھی باقی ہے، معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں کیا فیصلہ صادر فرمائے؟ لہٰذا انسان کو لازم ہے کہ اپنی طاقت سے اپنے نفس کے لئے اور دنیا سے آخرت کے لئے،

جوانی سے بڑھاپے کے لئے اور زندگی سے قبل موت کے لئے کچھ نفع حاصل کرلے۔"

وقت کی کمی یا ترجیحات کا تعین:

• اصل مسئلہ وقت کی کمی کا نہیں ہے بلکہ ترجیحات کے تعین کا ہے، اگر ہم طے کرلیں کہ کون سی چیز یا کام ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہئے، دوسری ترجیح کیا ہونی چاہئے اور تیسری ترجیح کیا ہو تو وقت کی کمی کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تئیس سالہ نبوی زندگی میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن نہ پڑھا ہو اور دوسروں کو پڑھ کر نہ سنایا ہو، یہ ان کی زندگی کی ترجیح تھی اور ان کے صحابہ کرامؓ کی زندگی کی ترجیح تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اتنا قرآن پڑھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کرے۔ (حدیث)

اگر ہماری بھی ترجیحات وہی ہوں گی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہیں تو ہمارے لئے وقت کی کمی کا مسئلہ نہ ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے بعض خطبوں کا ابتدائی جملہ یہ ہوتا تھا کہ:

"اے لوگو! تمہاری زندگی گزرتی چلی جارہی ہے، یہ اچانک کسی پل ختم ہوجائے گی جو وقت گزر گیا وہ تو گزر گیا، لیکن جو آنے والا ہے اس کی فکر کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی جنت کے لئے کچھ مال جمع کرلو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"بندہ کا صرف وہی ہے جو اس نے کھالیا یا پہن لیا یا آگے بھیج دیا جو اس نے خرچ نہیں کیا وہ سب وارثوں کا مال ہے۔" (سنن کبریٰ بیہقی)

وقت کے صحیح استعمال کا مقصد:

ہمارے نزدیک وقت کی ترتیب وتنظیم کے دو بنیادی مقاصد ہیں: پہلا تو یہ ہے کہ ہم اس بات کا اہتمام اور کوشش کریں کہ ہمارے وقت کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان والوں کی یہ خصوصیات بیان کی ہے کہ: "وہ اپنے وقت کو لغویات ہونے سے بچاتے ہیں۔" (سورۂ مومنون)

دوسرا مقصد یہ ہے کہ جو چوبیس گھنٹے ہمیں روزانہ ملتے ہیں، اس میں ہم کتنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے فرائض کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کے لئے نکالتے ہیں، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت میں اضافے کے لئے اور وقت کی کمی کو دور کرنے کے لئے بہت سارے طریقے ہمیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ملتے ہیں نیز جدید دور میں وقت کے ضیاع کے حوالے سے تحقیقات نے بھی ہماری رہنمائی کے کچھ نکات متعین کردیے ہیں، ان میں سے چند اہم اصول و نکات درج ہیں:

دن کا آغاز نماز فجر سے پہلے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"صبح سویرے اٹھوگے تو اس کے نتیجے میں تمہارے رزق و مال میں برکت ہوگی اور اگر صبح نہیں اٹھوگے تو پریشان اور رنجیدہ رہوگے۔"

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے پاس صبح کے وقت تشریف لے گئے وہ آرام فرمارہی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جگاتے ہوئے فرمایا: "بنی، اٹھو! اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں۔"

صبح جلدی اٹھنے اور فجر کے بعد نہ سونے کے نتیجے میں ہم کو دن میں کئی گھنٹے اضافی مل جاتے ہیں، یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ صبح ۶ بجے سے ۸ بجے کے وقت جسے دنیا میں پرائم ٹائم کہا جاتا ہے، ہم سونے میں گزار دیتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "اے اللہ! میری امت کے لئے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما۔"

ایک مشہور روایت ہے کہ: "جو آدمی صبح جلدی اٹھتا ہے اس کو دولت مند بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ انسان رات کو ۹ بجے کے بعد جو کام ایک گھنٹے میں کرتا ہے، صبح کے اوقات میں وہی کام صرف ۲۰ منٹ میں کرلیتا ہے، اس دن اور رات میں ایک وقت ایسا بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پرائم ٹائم قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رات کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آجاتے ہیں اور منادی کردیتے ہیں کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا، مجھ سے طلب کرو میں تمہاری ضرورت کو پورا کروں گا۔ (بخاری) پورے چوبیس گھنٹوں میں اس سے زیادہ قیمتی وقت کوئی نہیں ہے اور وقت کی ترتیب وتنظیم اس بات کا ہی نام ہے کہ انسان اپنے پرائم ٹائم کو سب سے بہترین طریقے سے استعمال کرسکے، دنیا میں کوئی لیڈرشپ ایسی نہ ہوگی جس کو کوئی بڑی کامیابی ملی ہو اور وہ سحر خیزی کا عادی نہ ہو، اگر ہم صبح پانچ بجے اٹھ جائیں تو جو کام دن میں تین گھنٹے میں کرتے ہیں وہ صبح میں ایک گھنٹے میں ہی کرلیں گے، ہمیں محسوس ہوگا کہ ہمارا دن ختم ہی نہیں ہورہا ہے، اس سنت کو اپنائے بغیر اور اس عادت کو

اختیار کئے بغیر ہمارے لئے نہ اخروی کامیابی ممکن ہے اور نہ دنیا کی برتری ہے۔

معاشی مصروفیات کی منصوبہ بندی:

ہر فرد کو چاہئے کہ اپنے معاش کے لئے ایک وقت مقرر کرے کہ مجھے اپنے اوقات کا کتنا حصہ معاش کے لئے صرف کرنا ہے ہمارا ایمان ہے کہ ہر آدمی کی روزی اور اس کا رزق مقرر ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنا ہمارے مقدر میں لکھا ہے اتنا ہی ملے گا چاہے ہم آٹھ گھنٹے کام کریں یا سولہ گھنٹے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”روزی انسان کا پیچھا کرتی ہے۔ رزق میں کمی یا تاخیر سے پریشان نہ ہو اور روزی کو کمانے میں خوش اسلوبی سے کام لو“ (الترغیب والترہیب)

انسان کی جسمانی استطاعت کے بارے میں محققین کہتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی جب اپنے معاش کے لئے آٹھ گھنٹے سے زیادہ صرف کرتا ہے تو اس کا زائد صرف کردہ وقت کارآمد نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشروں میں آٹھ گھنٹوں سے زیادہ کی ملازمت نہیں ہوتی اور یہ کہا جاتا ہے کہ آدمی انہی اوقات میں زیادہ سے زیادہ کام کرکے اپنے حصے کا کام پورا کرے، ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے معاش کے لئے ایک وقت مقرر کریں جو آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ ہو، انہی آٹھ گھنٹوں میں پوری قوت اور توانائی کے ساتھ کام کریں، بہت سارے لوگوں نے تجربہ کرکے یہ سیکھا ہے کہ واقعی جو کام ہم بارہ اور چودہ گھنٹوں میں کررہے تھے وہی کام اب ہم آٹھ گھنٹوں میں کرسکتے ہیں، اس کے نتیجے میں ہم اپنے اوقات میں کافی اضافہ کرسکتے ہیں۔

معذرت کرنا سیکھیں:

روزمرہ معاملات میں ہم بعض اوقات تکلف یا تعلق کی وجہ سے وعدہ کرلیتے ہیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے کو اس وعدے کو پورا نہیں کرپاتے، اس کے نتیجے میں جن سے ہم وعدہ کرتے ہیں وہ بھی مشکل میں پڑ جاتے ہیں اور ہماری ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے، اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہئے کہ فرد کسی کو وقت دینے سے پہلے پوری طرح اطمینان کرلے کہ یہ ممکن بھی ہوگا یا نہیں، معذرت کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں، لیکن وقت دینے کے بعد نہ پہنچنا عہد کی خلاف ورزی ہے، مغربی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے ”نہیں“ کہنا سیکھ لیا ہے تو آپ نے گویا اپنا آدھا وقت بچالیا۔

وقت کو ضائع کرنے والی چیزیں:

وقت کو ضائع کرنے والی چیزوں میں سب سے پہلا نمبر ٹیلیویژن کا ہے، ایک عام امریکی دن میں تین سے چار گھنٹے ٹی وی دیکھتا ہے۔ ٹیلیویژن کے بعد اب دوسرا نمبر موبائل فون کا ہے، ہمیں یہ اندازہ کرنا چاہئے کہ روزانہ ہم کتنے گھنٹے ٹیلیفون پر صرف کرتے ہیں اوسطاً ایک موبائل فون پر روزانہ بیس کالز اور بارہ ایس ایم ایس موصول ہوتے ہیں، اگر آپ اس وقت کو کنٹرول نہیں کرسکتے تو روزانہ ایک سے دو گھنٹے فون کا اور ایس ایم ایس کا جواب دینے میں لگ جائیں گے، اپنے ٹیلیفون پر گزرے ہوئے وقت کا اندازہ اور تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو اس حوالے سے ایک نظم میں لانے کی ضرورت ہے، اگر ہم ہر فون کال کا جواب اسی وقت دینا چاہیں گے تو ہم نہ آرام کرسکتے ہیں، نہ کوئی سنجیدہ کام اور نہ کوئی میٹنگ ہی پوری توجہ کے ساتھ کرسکتے ہیں، فون ہمارے وقت کو قابو نہیں کرسکیں گے، اسی طرح ہمارا جو وقت ٹیلیویژن کے سامنے ضائع ہوتا ہے، اس کو بھی کم سے کم کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت مقررہ کی پابندی کا اہتمام:

ہمارے معاشرے میں دیئے گئے وقت کی پابندی کا اہتمام نہ ہونے کے کلچر کی وجہ سے روزانہ کئی گھنٹے ضائع ہوجاتے ہیں، بالعموم میٹنگ اور پروگرام دیئے گئے وقت سے بیس، پچیس منٹ بعد شروع ہوتے ہیں، کچھ لوگ وقت پر آجاتے ہیں اور کچھ لوگ دیر سے آتے ہیں، اس کے نتیجے میں جو وقت پر آجاتا ہے اس کا بھی وقت ضائع ہوتا ہے اور جس نے بلایا ہے اس کا بھی، اگر ہم اس کا تعین کریں تو روزانہ آدھا پونا گھنٹہ انتظار میں ہی ضائع ہوجاتا ہے، اس انتظام کے وقت کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، ہم اپنے اپنے دائروں میں انتہائی ممکنہ حد تک وقت کی پابندی کا اہتمام کریں اور کروائیں تو سب کے وقت کو ضائع ہونے سے بچاسکتے ہیں۔

بیک وقت کئی کاموں سے اجتناب:

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیک وقت ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں اور ہم انہیں ایک ساتھ کرنے کی کوشش کررہے ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ وہ کام بھی اچھے طرح سے پورا نہیں ہوپاتا، بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی کام ہمارے سامنے ہوں تو ہم اس کی ترجیحات طے کریں، ان میں جو سب سے زیادہ ضروری اور فوری ہو، اس کو مکمل کرلیں اور اس کے بعد دوسری ترجیح کا کام شروع کریں، اس کے نتیجے میں نہ صرف ہم اپنے وقت کو بچانے میں کامیاب ہوں گے، بلکہ ان کاموں کو بھی موثر طور پر بروقت مکمل کرسکیں گے۔

تاخیر اور ٹال مٹول سے گریز:

بعض اوقات ایک ہی وقت میں ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں، ہم ایک کام شروع کرتے ہیں، لیکن اس کو پورا کئے بغیر دوسرا کام شروع کردیتے ہیں، مثلاً دفتری زندگی میں روزانہ بہت سے خطوط اور نوٹس ہمارے سامنے آتے ہیں، ہم ان کو پڑھتے ہیں اور پھر رکھ دیتے ہیں، ایک دو دن کے بعد انہیں پھر دوبارہ پڑھتے ہیں اور رکھ دیتے ہیں اور پھر تیسری دفعہ

اس پر کام شروع کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں جو خط ہم ایک ہی دفعہ پڑھ کر کام کرسکتے تھے اس کو تین دفعہ پڑھنے کے بعد اس کام کو کر پاتے ہیں، اس طرح توجہ اور تجاویز کے ضمن میں بہت ساری چیزیں ہمیں موصول ہوتی ہیں، ہمیں چاہئے کہ ان کے جواب دینے کے وقت کو کم سے کم کریں، اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ جو کام ہمیں خود کرنے ہیں ان کی ترجیح متعین کریں اور جو کام دوسروں کے حوالے کرنے ہیں ان کو فوری طور پر دوسروں کے سپرد کریں۔

کام کو تقسیم کرکے وقت کو بچائیں:

روزمرہ کے کاموں میں بہت سے کام ہمارے پاس ایسے آجاتے ہیں جو اگر دوسروں کے سپرد کردیے جائیں تو کام بھی بہتر انداز میں ہوجائے گا اور وقت بھی بچے گا، اگر ہم سارے کام خود کرنے کی کوشش کریں گے، مثلاً رپورٹیں بھی خود بنائیں گے، اس کو خود ہی بھیجیں گے بھی، ہر چیز کا ریکارڈ بھی خود ہی رکھیں گے اور جائزہ بھی خود لیں گے تو اس کے نتیجے میں نہ صرف ہمارے وقت کا ضیاع ہوگا بلکہ کام بھی بہتر طریقے سے نہیں ہوسکے گا اس کو "Micro Management" کہتے ہیں جو کہ وقت کے ضیائع کا ایک بڑا سبب ہے، اس کا علاج کام دوسروں کو تفویض یا سپرد کرنا ہے اور پھر اس کا جائزہ لیتے رہنا ہے تاکہ ہدف بروقت حاصل ہوسکے۔

طویل گفتگو سے گریز:

مختصر گفتگو ایک فن ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خطبات تحریری صورت میں احادیث کی کتابوں میں ملتے ہیں، ان سب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مختصر ہیں، حجۃ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کو پڑھنے میں صرف سات منٹ لگتے ہیں، اسی طرح صحابہ کرامؓ کے خطبے بھی مختصر ہوتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی ایک خصوصیت کہ ساتھ ساتھ تکرار بھی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی بات کو دو تین مرتبہ بیان کرتے تھے تاکہ بات ذہن نشین ہوجائے، جدید سائنسی تحقیق سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی فرد ایک گھنٹے کی تقریر توجہ سے سنے تو اس کا صرف دس فیصد اگلے دن تک یاد رکھ سکتا ہے، مختصر گفتگو میں یہ تناسب بڑھ کر پچیس فیصد تک ہوجاتا ہے، ہم جتنی طویل گفتگو یا خطاب کریں گے اس کا استحضار اتنا ہی کم ہوگا۔ اپنی بات کو مختصر کرنے کی عادت ڈالیں اور اس کی تیاری کریں، مشہور برطانوی سیاست دان چرچل کا کہنا ہے کہ: ''اگر مجھے تین گھنٹے تقریر کرنی ہو تو میں تیاری نہیں کرتا بس بولتا چلا جاتا ہوں اور اگر پندرہ منٹ تقریر کرنی ہو تو تین گھنٹے اس کی تیاری کرتا ہوں۔'' یہ ایک صلاحیت ہے جس کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ بات مختصر اور نکات کی صورت میں کی جائے، اس سے اپنا بھی اور دوسروں کا بھی وقت بچتا ہے، اگر کسی میٹنگ میں دس یا پندرہ لوگ ہوں اور سب دس سے پندرہ منٹ گفتگو کریں گے تو ایک سو پچاس منٹ ہوجاتے ہیں، اگر ہر آدمی اپنی بات تین منٹ میں مکمل کرنے میں کامیاب ہوجائے تو پینتالیس منٹ میں بات مکمل ہوجائے گی۔ دعوتی کام کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ بات جامع اور مختصر ہو اور تکرار کے ساتھ تاکہ بات ذہن نشین ہوجائے، گفتگو کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے اس بات کا تصور ضرور کریں کہ جو الفاظ بھی ہم بولیں گے اس کا پورا پورا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں دینا ہوگا۔

اہل خانہ کے لئے وقت ضرور نکالیں:

احادیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت اور اسلامی ریاست کے سربراہ ہونے کی گراں بہا ذمہ داریوں کے باوجود بھی اپنے گھر والوں کے لئے اور تفریح کے لئے وقت نکالتے تھے، دین کے کام کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھاسکے، گھر کے کام کاج میں ہاتھ نہ بٹاسکے یا تفریح نہ کرسکے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری بیویوں کو جمع کرکے ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے، گفتگو کرتے تھے، ہنسی مذاق کرتے تھے، گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے اور اپنے نواسوں کو جمع کرکے ان کے درمیان کشتی کرواتے تھے، یہ ساری چیزیں ہماری زندگی کا بھی حصہ ہونا چاہئیں، ہمیں اپنی ترجیحات میں اس بات کو شامل کرنا چاہئے کہ ہمارا گھر بھی ہماری دعوت کا مرکز ہو، گھر والوں کی تربیت اور خوشی و تفریح ان کا حق ہے، ہمارے والدین اگر زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرکے جنت کمالینا ہماری ترجیحات کی فہرست میں لازماً شامل ہونا چاہئے۔

فارغ اوقات کا بہتر استعمال:

روزمرہ زندگی میں بہت سارے اوقات ایسے آتے ہیں کہ جب ہم فارغ ہوتے ہیں، بعض اوقات ہم سفر میں ہوتے یا انتظار کررہے ہوتے ہیں یا کچھ بھی نہیں کررہے ہوتے، ان اوقات میں ہمیں اس بات کی عادت اپنالینی چاہئے کہ جب بھی ہم فارغ ہوں تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے کلمات بتائے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے اور اجر میں بہت بھاری ہیں، ان کلمات کو بار بار دہراتے رہیں، کثرت سے استغفار کریں، ایک ایک لمحہ جو ہمارے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور استغفار میں صرف ہو تو یہ وقت کا بہترین استعمال ہے کہ مومن کا ہر لمحہ کارآمد ہوتا ہے، جب اس پر کوئی مشکل پڑتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے جب خوش ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے۔

دوسروں کے وقت کی قدر:

ایک ذمہ داری کی حیثیت سے ہمیں اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہئے کہ نہ تو ہمارے وقت کا کوئی حصہ ضائع ہو اور نہ ہماری ٹیم میں سے ہی کسی کا وقت ضائع ہو، جب ہم دوسروں کے وقت کی قدروقیمت کا احساس کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت میں برکت ڈال دے گا، اگر ہم دوسروں کے وقت کی قدروقیمت کا احساس نہیں کریں گے اور ہماری وجہ سے دوسروں کا وقت ضائع ہوتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت کی قدروقیمت بھی کم کردے گا۔

وقت میں برکت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس طرح ہم اپنے مال، کاروبار، رزق اور اولاد میں برکت کی دعا کرتے ہیں، اسی طرح اپنے وقت میں برکت کے لئے دعا بھی دعا کریں، اگر ہمیں وقت میں برکت حاصل ہوگئی تو زندگی بڑی آسان ہوجائے گی، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت حاصل ہوتی ہے ان کے پاس وقت کی کمی کا شکوہ نہیں ہوتا بلکہ ان پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ میرے پاس وقت ہے اور جو کام بھی میرے سپرد ہوگا میں اسے کرنے میں کامیاب ہوجاؤں گا، وقت میں یہ برکت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور اس کی رحمت ہے جو ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے جو اس سے برکت طلب کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ دعا فرماتے تھے:

''یا اللہ! زندگی کے اوقات میں برکت دے اور انہیں صحیح مصرف پر لگانے کی توفیق عطا فرما۔''

وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک غیر معمولی امانت ہے، اس کے ایک ایک لمحے کی قدروقیمت کے احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے جہنم سے بچنے اور جنت کے حصول کے لئے اس کا استعمال ہونا چاہئے، کامیاب وہی ہے جو اس احساس کے ساتھ زندگی گزارے کہ اسے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب اللہ کو دینا ہوگا، یقیناً وہ اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ترجیحات کے مطابق گزارنے کا اہتمام کرے گا۔

☆☆......☆☆

ایک مسلم خاتون کو پانچ ملین ڈالر کا معاوضہ

دین اسلام نے عورتوں کو تحفظ کے لئے قرآن کریم میں جو ہدایات دی ہیں ان میں سے ایک حجاب ہے، حجاب سے عورت غیروں کی ہوسناک نگاہوں سے محفوظ ہوجاتی ہے اور اس کی عزت وآبرو محفوظ ہوکر صرف اور صرف اس کے شوہر کے لئے خاص ہوجاتی ہے، آج مغرب میں جس قدر آزاد خواتین اسلام کے آغوش میں پناہ لے رہی ہیں، ان کے بیانات اور تاثرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو سب سے زیادہ تحفظ کا احساس حجاب میں ہوتا ہے۔

امریکا کی ایک کمپنی میں برسرروزگار ایک عورت نے قبول اسلام کے بعد جب حجاب کا استعمال شروع کیا تو اس کے ذمہ داران اور ممبران کی طرف سے اس کو مختلف طرح کی اذیتوں کا سامنا ہوا، اس عورت نے اس کی شکایت عدالت میں کی اور اس کو عدالت نے نفسیاتی تکلیف دینے کی وجہ سے جرمانہ کے طور پر پانچ ملین ڈالر ادا کرنے کا حکم دیا۔

''الرابطہ'' کی رپورٹ کے مطابق امریکا کی ایک عدالت نے یہ فیصلہ سنایا کہ ایک عورت کو پانچ ملین ڈالر دیا جائے جو قدیم مذہب عیسائیت کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کرچکی ہے، اس وجہ سے کہ ایک کمپنی "AT&T" نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس خاتون کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کیا۔

۴۱ سالہ سوزان بشیر نے عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ ۲۰۰۵ء میں اسلام قبول کرنے کے بعد سے آج تک اس کو طرح طرح کی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

سوزان کی وکیل نے عدالت میں کہا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد جب سوزان حجاب پہننے لگی اور جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے لگی تو کمپنی کے ذمہ داران اور دیگر کارکنان نے اس کو دہشت گرد کہنا شروع کردیا اور کہا کہ یہ جہنم میں ضرور جائے گی۔ مقدمہ کے مطابق کمپنی کے ایک ذمہ دار نے سوزان سے بار بار حجاب اتارنے کو کہا اور حجاب کی وجہ سے اس کی بے عزتی بھی کی اور ایک بار تو حد ہوگئی کہ اس نے سوزان کے سر سے حجاب کو پھاڑنے کی کوشش بھی کی۔

سوزان نے سب سے پہلے حقوق انسانی تنظیم سے شکایت کی پھر سرکاری طور پر مقدمہ دائر کیا۔ ۲۰۱۰ء میں اپنی ملازمت سے الگ ہوگئی، چند دنوں کے بعد مقدمہ کی سماعت اور گواہی کے بعد عدالت نے کمپنی کو پانچ ملین ڈالر سوزان کے ساتھ امتیازی سلوک کے عوض میں ادا کرنے کا فیصلہ سنایا، اسی کے ساتھ ساتھ سوزان کے ذاتی خسارہ کو دور کرنے کے لئے خطیر معاوضہ ادا کرنے کا بھی حکم دیا۔

(پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنو، ۲۵/ستمبر ۲۰۱۲ء)

کمبل یا ریچھ؟

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

دریا کے کنارے ایک شخص نے دیکھا کہ خوبصورت لمبے ریشے والا سیاہ توت کمبل دریا کی موجوں میں بہا جارہا ہے۔ اس نے کمبل پکڑنے کے لئے دریا میں چھلانگ لگادی، جونہی کمبل پر ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل نہیں، بلکہ زندہ ریچھ ہے۔ جسے دریا بہائے لے جارہا ہے۔ وہ ریچھ اتنا بدحال ہوگیا تھا کہ اس کی قوت مدافعت جواب دے چکی تھی۔ بالآخر نیم بے ہوش ہوکر خود کو دریا کی لہروں کے سپرد کر رکھا تھا۔ اب جونہی جواں مرد، صحت مند انسان اس کے قبضہ میں آیا وہ ریچھ اس سے لپٹ گیا۔ اس شخص نے جوں ہی جان چھڑانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے، ریچھ نے اسے مزید اپنی گرفت میں لے کر اس شخص کو نڈھال کردیا۔ اب کبھی یہ شخص نیچے کمبل (یعنی ریچھ) اوپر، کبھی کمبل نیچے یہ شخص اوپر، آخرکار آدمی ڈوبنے لگا تو دریا کے کنارے کھڑے دوسرے شخص نے اسے کہا: کمبل کو چھوڑ دو، تم خود باہر آجاؤ، ڈوبنے والے نے کہا: میں تو کمبل کو چھوڑ رہا ہوں، لیکن کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا۔ یہ قصہ آج اس لئے یاد آیا کہ برادر متین خالد صاحب نے کہا کہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد قادیانی کی کتاب سیرت المہدی کا کمپیوٹر ایڈیشن آیا ہے۔ اس کو قدیم ایڈیشن سے ملانا چاہئے، اس میں کوئی ترمیم یا ردوبدل تو قادیانیوں نے نہیں کیا؟ فقیر نے حامی بھرلی، ایک دن دو تین مقامات سے دونوں ایڈیشنوں کا تقابل کیا، درست پایا تو فون پر جناب متین خالد صاحب کو رپورٹ عرض کی، انہوں نے کہا کہ دسمبر ۱۹۲۷ء اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور کا مطبوعہ قادیان ایڈیشن، سیرت المہدی، ج:۲، ص:۷۸ کی روایت نمبر ۴۰۷ کا تقابل کریں۔ متذکرہ ایڈیشن میں اس روایت کی عبارت یہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی شیر علی صاحب (قادیانی) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہئے کہ کم از کم تین دفعہ ہماری کتابوں کا مطالعہ کریں اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔''

یہ مرزا قادیانی کا قادیانیوں پر تبصرہ ہے کہ پوری قادیانیت اس سے چیخ اٹھی، آگے دوسری روایت میں اسے بدلنے کی بھی کوشش کی لیکن یہ روایت اس طرح رہ گئی۔ اب قادیانیوں کو سخت مناظرہ میں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ خوب یاد ہے کہ کیلگری کنیڈا کے پاکستان کمیونٹی سینٹر میں ۱۹۸۵ء میں یوم پاکستان کے موقع پر قادیانیوں سے سوال و جواب کا سلسلہ چل نکلا۔ خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، برادر جناب عبدالرحمٰن باوا ساتھ تھے۔ قادیانی حضرات سے میں نے پوچھا: ''کیا آپ نے مرزا قادیانی کی تمام کتابیں پڑھی ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ تمام تو نہیں پڑھیں، میں نے کہا کہ اچھا جو پڑھیں وہ کتنی بار پڑھیں؟ چند ایک نے ایک دو کتابوں کا ذکر کیا کہ ایک بار پڑھا ہے۔ فقیر نے کہا کہ آپ تو مرزا قادیانی کے نزدیک مشکوک الایمان، مشتبہ الایمان و بے اعتبار ہیں۔ وہ سٹپٹائے کہ آپ نے جھوٹ بولا۔ فقیر نے مصنوعی طرز پر حوالہ دکھانے میں لیت ولعل سے کام لیا۔ وہ شیر ہوتے گئے، فقیر انہیں یقین دلانے میں کامیاب ہوگیا کہ گویا اس کے پاس حوالہ نہیں ہے۔ جب ان کا شور وغل بڑھا اور مسلمانوں کو بھی پریشانی ہوئی تو مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ جو مناظرانہ چال کو سمجھتے تھے، انہوں نے کہا کہ پھل پک گیا ہے، اب جھٹکا دو۔ فقیر نے یہ حوالہ پیش کیا کہ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ جو میری کتابوں کو تین بار نہیں پڑھتا اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔ تم نے خود اعتراف کیا کہ تم میں سے کسی نے مرزا قادیانی کی مکمل کتابیں نہیں پڑھیں، چند ایک نے چند کتابیں پڑھیں، وہ بھی تین بار نہیں پڑھیں تو مرزا قادیانی کے نزدیک تم سب کے ایمان میں شبہ ہے۔ اس پر وہ ایسے سٹپٹائے کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ مسلمانوں کی خوشی قابل دید تھی۔ اب ان کا دجل ملاحظہ ہو۔ فروری ۲۰۰۸ء میں چناب نگر سے سیرت المہدی کا کمپیوٹر ایڈیشن شائع کیا تو یہی روایت نمبر ۴۱۰ کو یوں بدل دیا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی شیر علی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔''

''اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے...''

..اس عبارت کو ''اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔'' سے بدل دیا اور یوں کمبل سے قادیانیوں نے جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن خدا کی شان کہ اس میں تبدیلی کرنے کے باوجود بھی ساحل مراد کو نہ پاسکے۔ کمبل نے ان کو ایسے دبوچا کہ وہ اس تبدیلی عبارت پر یہ بھول گئے کہ تکبر بھی تو فعل مذموم ہے۔ متکبر بھی تو راندہ درگاہ ہے۔ آج ایک قادیانی ایسا نہیں جس نے مرزا کی تمام کتب کو کم از کم تین بار پڑھا ہو، گویا تمام موجودہ قادیانی مرزا صاحب کے نزدیک مذموم اور راندہ درگاہ ہوئے۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸ نومبر ۲۰۱۲ء)

مرزائیت سے توبہ

محترم ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی ؒ (مہتمم جامعہ محمدیہ ضیاء القرآن جتوئی ضلع مظفر گڑھ) نے اوائل عمری میں مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے قادیانیت قبول کر لی تھی۔ چنانچہ قادیانیوں کے پُر جوش مربی کی حیثیت سے ہندوستان کے مختلف شہروں دہلی، آگرہ، لکھنؤ، منٹگمری، شاہ جہان پور، پٹنہ اور پھر پنجاب اور سندھ میں خدمات انجام دیں۔ بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دستگیری فرمائی، قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا، اس رسالہ میں آپ نے اپنے قبول اسلام کی وجوہات اور حالات درج کئے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

تیسری قسط

ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی ؒ

تنخواہ کی برآمدگی

چنانچہ سیرت المہدی حصہ سوم ص:۱۰۱،۱۰۲ پر درج ہے:

”مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال ضلع گورداسپور نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مسیح موعود نے مجھے صبح کے وقت جگایا اور فرمایا کہ مجھے خواب آیا ہے میں نے پوچھا کیا خواب آیا ہے؟ فرمایا میں نے دیکھا کہ میرے تخت پوش کے چاروں طرف نمک چنا ہوا ہے۔ میں نے تعبیر پوچھی تو کتاب دیکھ کر فرمایا کہ کہیں سے بہت سا روپیہ آئے گا۔ اس کے بعد میں چار دن وہاں رہا، میرے سامنے ایک منی آرڈر آیا جس میں ہزار سے زائد روپیہ تھا، ہم نے دیکھا تو بھیجنے والے کا پتہ اس پر درج نہیں تھا، حضرت صاحب کو بھی پتہ نہیں لگا کہ کس نے بھیجا ہے۔“

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ روپیہ کہاں سے آیا تھا؟ ممکن ہے کوئی سر پھرا مرزائی یہ کہہ دے کہ مرزا صاحب کے اللہ میاں نے اپنے نبی کو یہ روپیہ بھیجا تھا تو میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا اللہ میاں اگر ان کو روپیہ بھیجتا تو ٹیچی فرشتہ کے ذریعہ بھیجتا جو کہ اس کام پر مقرر تھا اور عین بچ کرنے کے وقت پر پہنچا تھا اور روپیہ بھی پہنچایا کرتا تھا، نہ یہ کہ انگریزوں کے ڈاکخانہ کے ذریعہ بھیجتا جن کو مرزا صاحب نے خود دجال لکھا ہے۔

بات صاف ہے کہ یہ ایک ہزار سے زائد روپیہ اس ملازم کی تنخواہ تھی جس ملازمت کا اقرار مرزا صاحب نے گزشتہ روایت میں اپنے باپ کے سامنے کیا تھا، خاص کر یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے کتاب دیکھ کر فرمایا کہ: کہیں سے بہت سا روپیہ آئے گا، کتاب دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مقررہ تاریخوں پر ان کو تنخواہ ملا کرتی تھی، تبھی تو ڈائری میں مقررہ تاریخوں کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ کہیں سے بہت سا روپیہ آئے گا، جیسا کہ آج کل بھی ہر محکمہ میں تنخواہ کے لئے علیحدہ علیحدہ تاریخیں مقرر ہوتی ہیں اور انہی تاریخوں پر ملا کرتی ہیں۔

اب آخری سوال باقی رہ جاتا ہے کہ مرزا صاحب ملازم بھی ہو گئے اور ایک ہزار سے زائد تنخواہ بھی ملا کرتی تھی، مگر ان کی ڈیوٹی کیا تھی؟ اور وہ کس کام پر مقرر تھے؟ اس کا جواب اب مرزا صاحب کی اپنی تحریرات پیش کریں گی کہ ان کو انگریزوں نے مسلمانوں میں مسئلہ جہاد کو ختم کر کے انگریزوں کا سچا وفادار اور مطیع بنانا تھا جس کا ثبوت ذیل میں درج کرتا ہوں:

سلسلہ تصنیف اور مسئلہ جہاد

آپ یہ بات تو پڑھ چکے کہ مرزا صاحب سیالکوٹ سے واپس آنے کے بعد ہمیشہ کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، اس مطالعہ کا سب سے پہلا نتیجہ مرزا صاحب کی پہلی کتاب ”براہین احمدیہ“ ہے اور براہین احمدیہ کا پہلا حصہ تو اشتہار پر ختم ہو گیا ہے دوسرا حصہ محض چیلنج پر ختم کر دیا گیا ہے اور تیسرے حصہ میں اصل عبارت لکھی ہے، جس کے اول میں مرزا صاحب یوں رقم طراز ہیں:

”سو اس عاجز کی دانست میں قرین مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور، کلکتہ اور بمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقویٰ اکثر لوگوں کی نظر میں مسلم الثبوت ہو، اس امر کے لئے چن لئے جائیں کہ اطراف واکناف کے اہل علم کہ اپنے مسکن کے گرد ونواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں اپنی اپنی تقریریں جن میں برطبق شریعت حقہ سلطنت انگلشیہ سے جو مسلمان ہند کی مربی ومحسن ہے جہاد کرنے کی صاف صاف ممانعت ہو۔ ان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیج دیں، کو بموجب قرارداد بالا اس خدمت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں کہ جو ”مکتوبات علماء

ہند“ کے نام سے موسوم ہے ہوسکتا ہے کسی خوشخط مطبع میں بصحت تمام چھاپا جائے اور پھر دس بیس نسخہ جات متفرق مواضع پنجاب اور ہندوستان خاص کر سرحدی ملکوں میں تقسیم کئے جائیں۔“

”بالآخر یہ بات بھی ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی نعمت سمجھیں اور اس کا شکر بھی ادا کریں، لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکرگزار ہوں گے اگر وہ اس سلطنت کو جوان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے، نعمت عظمیٰ یقین نہ کریں۔ بس، یہ سلطنت فی الحقیقت ان کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ حقیقت میں خداوند کریم ورحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے باران رحمت کرکے بھیجا ہے۔

کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جائز ہوسکتی ہے، حاشاوکلا ہرگز نہیں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایہ عاطفت میں بعض بعض مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس خداداد نعمت کی قدر کریں۔“ (ملخص)

المکلتمس غلام احمد عفی عنہ

یہی وہ ملازمت اور ڈیوٹی تھی جو جناب مرزا صاحب کے ذمہ گورنمنٹ کی طرف سے عائد کی گئی تھی جس کا اظہار پہلی دفعہ مرزا صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں کیا ہے اور مرتے دم تک یہی فرض ادا کرتے رہے ہیں:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اور یہی ملازمت ہے جس کی تنخواہ مرزا صاحب ایک ہزار روپیہ سے زیادہ پاتے تھے، مگر یہ کیونکہ ان کے والد بزرگوار تو صرف ۷۰۰ روپیہ پنشن پاتے تھے مگر یہ ایک ہزار سے بھی زیادہ پاتے تھے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

”بڑے میاں بڑے میاں، چھوٹے
میاں سبحان اللہ!“

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں نے بھی مرزا صاحب کی اس آواز پر لبیک کہا یا سخت نفرت اور بیزاری کا اظہار کرکے اپنی برأت کا اظہار کیا؟

مسلمانوں کی طرف سے مخالفت

مرزا صاحب خود اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ چہارم کے شروع میں تحریر کرتے ہیں:

”تھوڑا عرصہ گزرا کہ بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں سے اس مضمون کی بابت کہ جو حصہ سوم کے ساتھ گورنمنٹ، انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے، اعتراض کیا ہے اور بعض نے خطوط بھی بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔

لیکن ظاہر ہے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھائے اس کے ظل حمایت میں باامن وآسائش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے پھر اس پر عقرب (بچھو) کی طرح نیش (ڈنک) چلاوے۔“ (ملخص براہین احمدیہ حصہ چہارم)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب رزق مقسوم بھی انگریزوں کا کھاتے تھے اور انہی کے انعامات متواترہ سے پرورش بھی پاتے تھے، اس لئے اگر وہ ان کو آسمانی رحمت سمجھتے تھے تو ان کو یہ مدح اور توصیف بھی زیب دیتی تھی، کیونکہ وہ باقاعدہ تنخواہ دار ملازم ہی تو تھے، مگر کیا دوسرے مسلمان بھی ان کو آسمانی رحمت سمجھتے تھے؟ اور کیا دوسرے تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی انگریزوں کا ویسا ہی سلوک تھا جو مرزا صاحب کے ساتھ تھا، ہرگز نہیں؟ بلکہ اس کے برخلاف انگریز مسلمانوں کی تمام سلطنت پر قبضہ کر چکے تھے، بہادر شاہ ظفر کو رنگون میں قید کردیا گیا تھا اور ہر اس شخص کو جو مسلمانوں کی سلطنت کا حامی تھا قتل کردیا، ان کی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا تھا اور شاہی خاندان کے جو افراد (مرد، عورتیں اور بچے) باقی بچ رہے تھے در در کی بھیک مانگ رہے تھے۔ غرضیکہ مسلمانوں کے بچے بچے کو اپنا دشمن سمجھ کر کچل ڈالا تھا تاکہ مسلمانوں کو دوبارہ نہ اکسایا جائے۔ ان حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے جذبات کب ٹھنڈے ہوسکتے تھے، جس قوم نے ایک ہزار سال متواتر ہندوستان پر عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی ہو، اس کے بعد یکدم انگریزوں نے نہ صرف ان کی سلطنت چھین لی، بلکہ اقتصادی لحاظ سے بھی ان کے معاشرہ کو تہس نہس کردیا تھا اور ان کے مقابلہ میں اس قوم کو ان پر مسلط کردیا تھا جس قوم پر وہ بڑی شان وشوکت سے ایک ہزار سال حکومت کر چلے تھے، ان حالات کے ہوتے ہوئے مسلمان کس طرح انگریزوں جیسی مکار اور دجال صفت قوم کی شاہی میں رہ کر خوش ہوسکتے تھے؟ غرضیکہ مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریر نے ان کے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، لیکن چونکہ انگریزوں نے مرزا صاحب کی جانی اور مالی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ہی ذمہ لے رکھی تھی اس لئے مسلمان بچارے صبر ہی کرتے رہے، لیکن ان مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کے دلوں میں رہ رہ کر ایک ہوک اور ولولہ ضرور اٹھتا تھا اور انگریزوں کے خلاف بسا اوقات علم جہاد بلند کیا گیا تھا، مگر جناب مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں ان مجاہدین اسلام کو جہلاء اور بدچلن کے خطاب سے نوازا ہے سچ ہے: ”والمرء یقیس علی نفسہ“ کیونکہ مرزا صاحب خود اور ان کا تمام خاندان تو مسلمانوں کے خون کا سودا انگریزوں کے ساتھ کر چکے تھے اور اس کے عوض پنشن تنخواہیں اور دیگر مراعات حاصل کرتے رہے

تھے۔ اس لئے باوجود کہ تمام علماء کرام اور دوسرے تمام مسلمانوں نے مرزاصاحب کی مندرجہ بالاتحریر سے سخت بیزاری کا اظہار کیا تھا مگر مرزاصاحب نے اپنی ڈیوٹی اور ذمہ داری کو پوری پوری ذمہ داری سے مرتے دم تک ادا کیا ہے، چنانچہ مندرجہ ذیل تحریرات ان کے اندرونہ کو اظہر من الشمس کرتی ہیں:

۱:....’’اب اے بھائیو! ایک دوسرا کام ہے جو میں شروع کرنا چاہتا ہوں، آپ لوگ یقین سمجھیں کہ سرکار انگریزی اس درخت کی طرح ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہو اور ہر ایک شخص جو میوہ چینی کے قواعد کی رعایت سے (اپنی قوم سے غداری اور انگریزوں کی وفاداری اپنے اوپر فرض کرلے) اس درخت کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی پھل ضرور اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے، ہماری بہت سی مرادیں ہیں جن کا مرجع اور مدار خداوند تعالیٰ نے اسی گورنمنٹ کو بنادیا ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ ہماری مرادیں اس مہربان گورنمنٹ سے ہمیں حاصل ہوں گی۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج:۵ ص:۴)

۲:....’’اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد کرنا درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔‘‘ (تبلیغ رسالت، ج:۶ ص:۶۵)

۳:....’’ہم رعایا کی یہ تمنا ہے کہ جس طرح اسلامی ریاستوں میں ان سلاطین کا شکر کے ساتھ خطبہ میں ذکر ہوتا ہے ہم بھی اور بلاد کے مسلمانوں کی طرح، یہ دائمی شکر جمعہ کے منبروں پر اپنا وظیفہ کرلیں کہ سرکار انگریزی نے ہم پر بھی عنایت کی نظر کی۔‘‘ (تبلیغ رسالت، ج:۵ ص:۱۰)

۴:....’’میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا میں ہوں، کیونکہ تین باتوں نے مجھے خیرخواہی میں اول درجہ پر بنادیا ہے اول والد مرحوم کے اثر نے، دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے، سوم خداتعالیٰ کے الہام نے۔‘‘ (تبلیغ رسالت، ج:۶، ص:۵۳)

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر قوم ہے یہ صورت چنگیز
(علامہ اقبال، ضرب کلیم، ص:۵۱)

قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا

۱:....’’دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص:۱۶)

(اب مرزائیوں نے اس کتاب کا نام تبدیل کرکے اسلام اور جہاد رکھ دیا ہے۔)

۲:....’’غرض اب جب مسیح موعود آگیا تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاد سے باز آوے۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص:۹)

۳:....’’اگر فرض بھی کرلیں کہ اسلام میں ایسا جہاد تھا تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا۔‘‘ (کتاب مذکورہ ص:۷)

۴:....’’یہ حکم مختص الزمان والوقت تھا، ہمیشہ کے لئے نہیں تھا۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص:۵)

۵:....’’اس گورنمنٹ کے آتے ہی گویا نئے سرے سے پنجاب کے مسلمان مشرف باسلام ہوئے۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص:۱۴)

۶:....’’ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ ابتدائی زمانہ میں بعض مخالفوں نے اسلام کو تلوار سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا، سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے ان پر تلوار اٹھائی اور انہی کی نسبت حکم تھا کہ یا قتل کئے جائیں یا اسلام لائیں، سو یہ حکم مختص الزمان تھا اور اسلام ان بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ دار نہیں ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خودغرضیوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں اب جو شخص نادان مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے بار بار جہاد کا مسئلہ یاد دلاتا ہے گویا ان کی زہریلی عادت کو تحریک دیتا ہے۔‘‘ (ضمیمہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص:۱۳)

مندرجہ بالا عبارت پر کسی حاشیہ آرائی کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہاد اسلام اور مسلمانوں کی بقا کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جو ہر زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے غیرقوم ان کے خلاف کارروائی کرے، فرمان خداوندی کے مطابق ہر ایک عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض ہوجاتا ہے۔ نیز تمام احادیث سے بھی یہ بات چمکتے ہوئے سورج کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دجال اور اس کی قوم سے جہاد کرکے اس کو قتل کریں گے، مگر چودھویں صدی کے نبی صاحب کا ارشاد گرامی آپ نے پڑھ ہی لیا ہے، چنانچہ علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام
(ضرب کلیم، ص:۵۳)

مرزاصاحب تحریر کرتے ہیں:

’’یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام، پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ ہی اس کا انتظار ہے اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے۔‘‘ (تبلیغ رسالت، ج:۹، ص:۸۳)

(جاری ہے)

بقیہ:......اداریہ

۲:...’’عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول: ما أطیبک، وما أطیب ریحک، ما أعظمک وما أعظم حرمتک! والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المومن عنداللّٰہ أعظم من حرمتک: مالہ ودمہ. اللفظ لابن ماجۃ۔‘‘ (الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۲۰۱)

ترجمہ:’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کعبہ کا طواف بھی کررہے تھے اور فرمارہے تھے کہ: (اے کعبہ!) تو کتنا پاکیزہ ہے! تیری خوشبو کتنی اچھی ہے! تو کتنا عظیم ہے اور تیری عزت کس قدر عظیم ہے! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن (کے مال اور اس کے خون) کی حرمت (عزت) تیری حرمت (عزت) سے زیادہ ہے۔‘‘

۳:...’’وعن أبی سعید وأبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہما عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لو أن أہل السماء وأہل الأرض اشترکوا فی دم مومن لأکبہم اللّٰہ فی النار. رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن غریب.‘‘ (الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۲۰۲)

ترجمہ:’’حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر آسمان وزمین والے (سب کے سب) کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ (اس ایک مومن کے بدلہ میں ان سب کو) آگ میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔‘‘

۴:...’’وروی عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أعان علی قتل مؤمن بشطر کلمۃ لقی اللّٰہ مکتوباً بین عینیہ آیسٌ من رحمۃ اللّٰہ. رواہ ابن ماجۃ.‘‘ (الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۲۰۲)

ترجمہ:’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مومن کے قتل میں کسی چھوٹی سی بات کے ذریعہ بھی معاونت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے بیچ میں لکھا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے۔‘‘

۵:...’’وعن جندب بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من استطاع منکم أن لا یحول بینہ وبین الجنۃ مل ء کف من دم امری مسلم ان یہرقہ کما یذبح بہ دجاجۃ کلما تعرض لباب من أبواب الجنۃ حال اللّٰہ بینہ وبینہ، ومن استطاع منکم أن لا یجعل فی بطنہ إلا طیباً فلیفعل، فإن أول ماینتن من الإنسان بطنہ. رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات.‘‘ (الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۲۰۲)

ترجمہ:’’حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس میں قدرت ہو کہ اس کے اور جنت کے درمیان کسی مسلمان کے خون میں سے مٹھی بھر بھی نہ ہو تو وہ ایسا کرلے، اگر وہ اسے بہائے گا جیسے مرغی ذبح کرتا ہے تو جب بھی وہ جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے پر آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جنت کے دروازے کے درمیان حائل ہوجائے گا اور جس میں طاقت ہو کہ وہ اپنے پیٹ میں صرف پاک چیز داخل کرے تو وہ ایسا کرلے، کیونکہ انسان کی جو چیز پہلے بدبودار ہوگی وہ اس کا پیٹ ہوگا۔‘‘

۶:...’’عن معاویة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: کل ذنب عسی اللّٰه أن یغفره إلا الرجل یموت کافراً أو الرجل یقتل مؤمناً متعمداً، رواه النسائی والحاکم وقال صحیح الاسناد.‘‘

(الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۲۰۲)

ترجمہ:’’حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ اُسے معاف کردے، مگر وہ آدمی جو کفر کی حالت میں مرے یا وہ آدمی جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا۔‘‘

۷:...’’ورواه فیه ایضا: من حدیث ابن مسعود رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: یجیء المقتول آخذاً قاتله، وأوداجه تشخب دما عندی ذی العزة، فیقول: یا رب! سل هذا فیم قتلنی؟ فیقول: فیم قتلته؟ قال: قتلته لتکون العزة لفلان. قیل: هی للّٰه.‘‘ (الترغیب والترہیب،ج:۳،ص:۲۰۳)

ترجمہ:’’حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مقتول اپنے قاتل کو پکڑے ہوئے عزت والے (اللہ تعالیٰ) کے پاس آئے گا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! اس سے پوچھئے کہ اس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کو کس جرم میں تم نے قتل کیا؟ تو وہ (قاتل) کہے گا: میں نے اسے اس لئے قتل کیا تاکہ فلاں کو عزت (غلبہ) مل جائے تو کہا جائے گا کہ عزت (غلبہ) تو اللہ کے لئے ہے۔‘‘

اس لئے ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ ہم کسی مظلوم انسان پر گولی چلا کر اپنا کتنا بڑا نقصان اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب خرید رہے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ہماری فورسز کو غور کرنا چاہئے کہ اس قتل وقتال اور خون ریزی کی بناپر کتنے بچے یتیم، کتنی خواتین بیوائیں اور کتنی مائیں بے سہارا ہوکر اللہ تعالیٰ سے فریاد اور رب کے حضور اپنی مظلومیت کا استغاثہ دائر کررہی ہیں اور ان سب کی بددعائیں، سسکیاں اور آہیں اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کو دعوت دے رہی ہیں۔ آخر یہ حکمران اور ذمہ دار افراد اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟

نوبت بایں جارسید! کہ جو ادارے امن کے ضامن اور رعایا کی جان ومال اور عزت وآبرو کے رکھوالے اور محافظ تھے، وہی امن کے علمبردار، دین کے سرچشمے اور دین کے محافظ اداروں پر چھاپے اور یلغار کرکے دین دشمنی کا ثبوت اور استعمار کے عزائم کی تکمیل اور دین کی بنیادوں کو ہلادینے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں فورسز نے دن دیہاڑے بلاجواز اور خلاف قانون دارالعلوم کراچی پر یلغار کی، ابھی اس کا غم اور اس کے اثرات باقی تھے کہ پہلے ایبٹ آباد کے ایک مدرسہ جامعہ صدیقیہ پر دھاوا بولا گیا، اس کے اساتذہ اور طلبا کو گرفتار کیا گیا، اس کے چند دن بعد جامعہ اشرف المدارس کراچی جو صرف ایک دینی ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک اصلاحی، روحانی تربیت گاہ اور خانقاہ بھی ہے، اس پر چڑھائی کردی گئی، پانچ سو سے زائد راؤنڈ اس پر فائر کئے گئے۔ ابھی ان چھاپوں کے تدارک اور روک تھام کے لئے جامعہ اشرف المدارس میں بلائے گئے اجلاس میں غور وخوض ہو ہی رہا تھا کہ جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کے قریب ایک ہوٹل میں بیٹھے طلبا پر اندھا دھند فائرنگ کردی گئی، جس کے نتیجے میں چھ طلبا شہید اور بارہ سے زائد زخمی ہوگئے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ اور کس کے ایجنڈے کی تکمیل ہورہی ہے؟

اس پر حکومت اور علماء امت کو خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں بڑے تدبر، حکمت، دوراندیشی اور بصیرت سے کام لیتے ہوئے آنے والے خطرات کو بھانپ لینا چاہئے اور اس کے تدارک کے لئے کوئی ٹھوس لائحہ عمل اور موثر حکمت عملی اپنا لینی چاہئے، ورنہ ’’تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں‘‘ ولا فعل اللّٰه ذلک۔

وصلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه سیّدنا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین.

خبروں پر ایک نظر

برطانوی وزرأاورارکان پارلیمان کی پاکستان میں توہین رسالت قانون پرتنقید: گورنرپنجاب کامناظرے کاچیلنج

قانون سازی کی امیدنہیں دلاسکتی، مسلمان جدوجہد جاری رکھیں، سعیدہ وارثی، برطانیہ میں توہین رسالت قانون بنایانہیں جاسکتا: لارڈلیسٹر

لیسٹرہرنی مناظرہ کرلیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پرتباہی کوروکانہیں جاسکے گا: لطیف کھوسہ، ہاوس آف لارڈزاللہ اکبرکےنعروں سے گونج اٹھا

لندن (مانیٹر نیوز) برطانوی وزراء اور ارکان پارلیمنٹ نے اپنے ملک میں توہین رسالت سے متعلق قانون سازی کو ناممکن قرار دیتے ہوئے پاکستان میں توہین رسالت کے قانون پر شدید تنقید کی جبکہ گورنر پنجاب لطیف کھوسہ نے ایک برطانوی رکن پارلیمنٹ کی توہین رسالت کے حوالے سے تنقید پر اسے مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ وزیر برائے خارجہ کیمونیٹیز امور بیرونس سعیدہ وارثی نے برطانیہ میں فوری طور پر توہین رسالت کی کسی قانون سازی کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ برطانیہ میں توہین رسالت کا قانون بن گیا تو اس سے مسلمانوں کے لئے زیادہ مسائل پیدا ہوں گے، وہ ہاؤس آف لارڈز کے کمیٹی روم میں علماء کرام، ارکان پارلیمنٹ اور کمیونٹی رہنماؤں کے نمائندہ اجلاس سے خطاب کر رہی تھیں، جس کا اہتمام لارڈ نذیر احمد نے کیا تھا۔ اجلاس میں مغربی دنیا میں توہین رسالت کے خلاف قانون بنانے اور یوٹیوب سے امریکی گستاخانہ فلم ہٹائے جانے کے مطالبات کئے گئے اور کہا گیا کہ دنیا کے مسائل کو پُرامن طور پر حل نہ کیا گیا تو تہذیبوں کے درمیان تصادم کو نہیں روکا جاسکے گا۔ اجلاس سے گورنر پنجاب لطیف کھوسہ، جنرل (ر) عبدالقیوم، صادق خان ایم پی اور لارڈ قربان سمیت کئی ارکان پارلیمنٹ نے خطاب کیا۔ علماء کرام کی جانب سے برطانیہ میں توہین رسالت کا قانون بنانے کے مطالبے کے حوالے سے اٹھائے جانے والے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے بیرونس سعیدہ وارثی نے کہا کہ برطانوی اور مغربی مسلمانوں کے مسائل کا حل توہین رسالت کا قانون بنانے میں نہیں، اس طرح کا کوئی قانون بن بھی گیا تو اس سے خود مسلمانوں کے لئے ہی مسائل پیدا ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ قانون سازی کرنے میں کافی دیر لگ سکتی ہے تاہم یہ درست ہے کہ مسلمانوں کو اس حوالے سے اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں مسلمانوں کے لئے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ اسلاموفوبیا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے نفرت کے جرائم کو نہ ہی رپورٹ کیا جاتا ہے نہ ہی ان کی مانیٹرنگ کی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نفرت کے رویوں کی باقاعدہ رپورٹ پولیس کو کریں اور مساجد میں بھی ان جرائم کی تفصیلات رکھی جائیں۔ ایک سال میں ڈیٹا بن جائے گا تو وہ اس کو حکومت کے سامنے رکھ سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ مسلمانوں کی حق میں قانون سازی اور اسلاموفوبیا کے خلاف اپنی پوزیشن کے مطابق جو کچھ کرسکتی ہیں کریں گی۔ انہوں نے کہا کہ امریکا کی گستاخانہ فلم ذلیل حرکت ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ بیرونس وارثی نے لارڈ انتھونی لیسٹر آف ہرن ہل کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے، قبل ازیں لارڈ آف لیسٹر ہرنی جو کہ برطانوی عدلیہ میں جج کے طور پر بھی خدمات سرانجام دے چکے ہیں، نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان میں توہین رسالت قانون پر تنقید کی اور کہا کہ اس کا زیادہ شکار دوسرے مذاہب کے لوگ ہوتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں اس قانون کی وجہ سے بے گناہ لوگ مارے گئے۔ لارڈ لیسٹر آف ہرن ہل نے اپنی تقریر کے دوران گورنر پنجاب لطیف کھوسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کی وجہ سے ان کے صوبے کے ہی سابق گورنر سلمان تاثیر کو قتل کردیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ مغرب میں آزادیٔ اظہار کے مقاصد کو ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد حاصل کیا گیا اور یہ قانون سازی لوگوں کو تحفظ دینے کے لئے کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی شخصیات کو قانونی تحفظ کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا موقف تھا کہ برطانیہ میں بھی توہین رسالت کا قانون بنایا نہیں جاسکتا۔ لارڈ آف لیسٹر ہرنی کی تقریر کے دوران گورنر پنجاب نے ان کو چیلنج کیا کہ وہ ان کے ساتھ مناظرے کے لئے تیار ہیں۔ توہین رسالت کا قانون سب کے لئے برابر ہے اس کا زیادہ شکار مسلمان ہوتے ہیں،

گورنر پنجاب لطیف کھوسہ نے گستاخانہ فلم کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان بقائے باہمی اور امن پر یقین رکھتے ہیں، دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو دکھ پہنچایا گیا اور ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی تو پھر تباہی کو روکا نہیں جاسکے گا۔ انہوں نے کہا کہ امریکی گستاخانہ فلم کے ذریعے دنیا کے امن کو نقصان پہنچایا گیا۔ لطیف کھوسہ نے کہا کہ پاکستان میں توہین رسالت کے قانون سے صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ تمام مذاہب کو تحفظ حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دنیا کے کسی بھی مذہب کی شخصیت کی توہین نہیں چاہتے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی دنیا میں توہین رسالت کے قانون پر توجہ نہ دی گئی تو تصادم کا راستہ ہموار ہوسکتا ہے۔ گورنر کی تقریر کے دوران ہاؤس آف لارڈ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ پیر علاؤ الدین صدیقی نے برطانوی مسلمانوں کو اتحاد قائم کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ برطانوی مسلمان ایک ہوجائیں تو توہین رسالت کے بارے میں قوانین بنانے میں آسانی پیدا ہوگی اور مسلمانوں کی آواز کو بہتر طور پر سنا جاسکے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو تحفظ دینے کے لئے برطانیہ میں قانون سازی کی جائے اور یو ٹیوب سے گستاخانہ فلم کو ہٹایا جائے۔ لارڈ نذیر احمد نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کو اکٹھا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حکومت تک مسلمانوں کی آواز کو پہنچایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ لارڈ لیسٹر کے اپنے نظریات ہیں تاہم مسلمانوں کا ان سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکی فلم کے خلاف برطانوی مسلمانوں نے بڑے بڑے اجتماعات منعقد کئے اور اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا۔ جنرل (ر) عبدالقیوم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کو مانے بغیر مسلمانوں کا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان سب کا احترام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آزادیٔ اظہار کے نام پر نفرتیں پھیلانے کا سلسلہ بند ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ مسلمانوں کے خلاف نفرتیں پھیلانے والوں کو روکنے میں ناکام ہوئی تو مسلمانوں کے پاس احتجاج کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔ شیڈو جسٹس سیکریٹری صادق خان ایم پی نے کہا کہ امریکی فلم نے سارے مسلمانوں کو اپ سیٹ کیا، اس حوالے سے قوانین میں سقم موجود ہیں۔ اس کو دور ہونا چاہئے۔ خالد محمود ایم پی نے کہا کہ مسلمانوں کو برطانوی قوانین کو سمجھنا ہوگا۔ جمعیت علمائے برطانیہ کے قاری تصور الحق نے کہا کہ یوٹیوب سے فلم کو ہٹایا جائے، مسلمانوں کے تحفظات کو دور نہ کیا گیا تو امن کی ضمانت نہیں دی جاسکتی ہے۔ اجلاس سے یاسمین قریشی ایم پی، لارڈ قربان، رچرڈ ہیر فلن ایم پی، شبانہ محمود ایم پی، انس سرور ایم پی، یوسف الخوانی، کیٹ گرین ایم پی، مفتی محمد فاروق علوی، مفتی عبدالوہاب اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔ اجلاس میں مولانا امداد الحسن نعمانی، مولانا اسد، حافظ فاروق چشتی، مولانا جمشید سعیدی، مولانا اکرم تائب، مولانا قاری عبدالرشید، قاری سلیم، مولانا نصیر اللہ، مولانا ارشد، مولانا سہیل باوا، مولانا عطاء اور دیگر علماء کرام اور کمیونٹی رہنماؤں نے شرکت کی۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۵/نومبر ۲۰۱۲ء)

قادیانیت سے توبہ!

۱۰/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ بروز اتوار بعد نماز عشاء، چھنی قریشیاں چناب نگر کے رہائشی جناب خلیل احمد صاحب نے مولانا غلام مصطفی صاحب (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر) کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جبکہ کچھ عرصہ قبل موصوف مذکور کے تین بھائیوں نے قادیانیت سے توبہ کی اور مولانا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ان تین بھائیوں کی برکت سے خلیل احمد صاحب نے قادیانیت کو جھوٹا مذہب سمجھ کر خیر باد کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ چنانچہ نماز عشاء کے فوراً بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ادارہ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کی مرکزی جامع مسجد ختم نبوت میں مولانا غلام مصطفی صاحب نے پہلے ان کے تین بھائیوں کے قبول اسلام کی روداد سنائی اور پھر اسے کلمہ شہادت اور شہادتین کا ورد کرا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور عقیدۂ حیات مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا اقرار کرایا اور مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں سے انکار اور ان کے دجال وکذاب ہونے کا واشگاف الفاظ میں اقرار کرایا۔ اس کے بعد مولانا غلام رسول دین پوری سے دعا کا کہا۔ دعا کے بعد مدرسہ عربیہ ختم نبوت کے جمیع اساتذہ وطلبا اور جملہ نمازیوں نے اس کا خیر مقدم کیا، اپنے گلے سے لگایا اور مبارکباد پیش کی۔ جامع مسجد ختم نبوت مبارکباد دینے سے گونج اٹھی۔ اللہ تعالیٰ نوجوان خلیل احمد صاحب کے اسلام کو قبول فرمائیں اور ان کی برکت سے جملہ خاندان اور دیگر قادیانیوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

جنت میں گھر بنائیے!

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ

سیکٹر ۱۷۔ اے۔ بی، شاہ لطیف ٹاؤن کراچی، کا تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے

آئیے۔۔۔اس صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجئے

رابطہ: 0300-9899402، 0321-2277304